

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانه

اور

انسپکٹر جمشید سیرین

گھڑی کا جال

اشتیاق احمد

M.I.S

پبلشرز

+ 523 سی بالک آدمی نگر کراچی پاکستان فون 4831044 - 4944448 021

+ سلام کتب داریت دکان نمبر 4 نزد علامہ غریب ٹاؤن کراچی پاکستان

حدیث مبارک

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قاضی بنا کر یمن کی طرف روانہ فرمایا تو آپ نے ان سے پوچھا، جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ اور جھگڑا پیش ہوگا تو تم اس کا فیصلہ کس طرح کرو گے، انہوں نے عرض کیا، میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کتاب اللہ میں تمہیں (اس کے بارے میں کوئی حکم اور ہدایت) نہ ملے تو کیا کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا، پھر میں اللہ کے رسول کی سنت سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا، اگر میری سنت میں تمہیں اس بارے میں حکم نہ ملے تو کیا کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا، تو پھر میں اپنی رائے اور قیاس سے کام لوں گا... اور اجتہاد کروں گا اور صحیح نتیجے تک پہنچنے کی کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھوں گا۔

یہ جواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سینہ ٹھونکتے ہوئے شاباش دی اور فرمایا: اس اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے مقرر کردہ قاضی کو اس بات کی توفیق دی جو اس کے رسول کو پسند ہے۔

(ترمذی، ابی داؤد، مسند دارمی۔ معارف الحدیث)

☆☆☆☆

M.I.S
Publishers

M.I.S پبلشرز ہر عمر کے افراد میں مطالعہ اور کتب بینی کا ذوق

بیدار کرنے کیلئے کوشاں دلچسپ اور عمدہ کہانیاں و ناول اور قیمت بھی مناسب

ناول گھڑی کا جال

مصنف اشتیاق احمد

ناول نمبر 05

پبلشرز M.I.S

مطبع حسان پرنٹنگ پریس

تاریخ طبع 15 جولائی 2006

قیمت 30 روپے

جملہ حقوق محفوظ ہیں

M.I.S پبلشرز کی تصانیف کو برقی اجازت کے بغیر اس کتاب کے کسی حصے کی نقل کسی قسم کی ذمہ داری جہاں سے اسے دوبارہ حاصل کیا

جاسکے گا یا کسی بھی شکل میں اسے ڈیجیٹل نہیں کیا جائے گا۔ یہ کتاب اس شرط کے تحت فروخت کی گئی ہے کہ اس کو بغیر بائیکاٹ کی اجازت

کے بغیر تجارت یا اس وقت دیگر سہ ماہیہ اداروں کو فروخت نہیں کیا جائے گا۔

تحفہ

فون کی گھنٹی بجی۔ اس وقت گھر میں صرف بیگم جمشید تھیں... محمود، فاروق اور فرزانہ سکول سے نہیں آئے تھے... اور انسپکٹر جمشید تو ویسے بھی شام پانچ بجے سے پہلے نہیں آتے تھے۔ انہوں نے فون کا ریسور اٹھایا تو دوسری طرف سے کوئی لڑکی بات کر رہی تھی:

”السلام علیکم... میں فرزانہ کی سہیلی نیلم بات کر رہی ہوں...“

”کیا حال بنی...“

”اللہ کا شکر ہے، میں... دراصل فرزانہ کی ضرورت محسوس کر رہی ہوں... کیا وہ آج شام میرے گھر آ سکتی ہیں...“ نیلم کی آواز میں ہلکی سی کچکی انہوں نے صاف محسوس کی۔

”وہ سکول سے نہیں آئی...“

عین اس لمحے دروازے کی گھنٹی بجی...

”وہ آگئی شاید... ایک منٹ ٹھہریں۔“

یہ کہتے ہی بیگم جمشید دروازے کی طرف بڑھیں... دروازہ کھولتے ہی تینوں کی آواز ان کے کانوں سے نکل آئی۔

دوبائیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: گھڑی کا جال۔ ایم آئی ایس کے تحت میرا پانچواں ناول ہے... دیکھتے ہی دیکھتے ادارے کے پانچ ناول ہو گئے اور میں دیکھتا رہ گیا... میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے... میں تو ایک طرح سے مایوسی کا شکار ہو چلا تھا اور یہ سوچ بیٹھا تھا... بس اب میرے ناولوں کا دور لہ گیا... ناول اب خواب و خیال کی باتیں ہو کر رہ جائیں گے... ماضی کا حصہ بن جائیں گے اور آپہں بھر بھر کر اس دور کو یاد کیا کروں گا... لیکن اللہ صلا کرے ایم آئی ایس والوں کا... بہت اچھے لوگ ہیں... کہ میرا ہاتھ تھا اور بولے... ایسی بھی کوئی بات نہیں... ہم ابھی باقی ہیں... ایک تجربہ ہمیں بھی کرنے دیں...

گلتا ہے... تجربہ کامیابی کی طرف گامزن ہے... بچوں کا اسلام کے قارئین اسے ناکام نہیں ہونے دیں گے اور ہونے دیں بھی کیوں... ہم سب آخر ایک ہیں... سب ایک دوسرے کے ہیں... ایک دوسرے سب کے ہیں۔

گھڑی کا جال آپ کے لیے عجیب و غریب سنسن لے کر آ رہا ہے... آپ اسے پڑھ کر ایک ایک خط ضرور لکھ دیجیے گا... کیونکہ ناولوں کے آخر میں خطوط بھی تو شائع ہوا کرتے تھے... تو اب کیوں نہیں ہو سکتے... لہذا جو نئی آپ کی آرا موصول ہونے لگیں... ناولوں کے آخر میں خطوط کا سلسلہ شروع ہو جائے گا... اسی طرح شروع میں حدیث کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا ہے... گویا ہم پورے طور پر اپنے پرانے رنگ میں اگلتے چلے جا رہے ہیں... اللہ مزید رنگ لگائے۔ آمین!

والسلام

اشتیاق احمد

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ امی جان۔“
 ”علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ... فرزانہ نیلم کا فون۔“
 ”اوہ اچھا... امی جان۔“
 وہ فون کی طرف لپکی:
 ”نیلم... یہ کون صاحبہ ہیں۔“
 ”فرزانہ کی سہیلی۔“
 ”پہلے یہ نام سنا تو نہیں۔“
 ”کوئی نئی سہیلی ہوگی...“

ان کے قدم صحن کی طرف بڑھ گئے... محمود دروازہ اندر سے بند کرنا نہیں بھولا تھا... دونوں نے فرزانہ پر ایک نظر ڈالی... وہ بہت غور سے فون سن رہی تھی... اس کی پیشانی پر بل صاف نظر آرہے تھے... یہ دیکھ کر ان کے قدم اس کی طرف اٹھ گئے... انہوں نے سنا فرزانہ کہہ رہی تھی:
 ”تم فکر نہ کرو... میں پانچ بجے سے پہلے پہنچ جاؤں گی...“ یہ کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔ پھر ان کی طرف مڑی... لیکن منہ سے کچھ نہ بولی۔
 ”سہیلی کا فون سن کر تمہاری صورت پر بارہ کیوں بجنے لگے۔“ فاروق نے منہ بنایا۔

”اچھا! حیرت ہے۔“ فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔
 ”حیرت ہے... کس بات پر؟“ محمود نے اسے گھورا۔
 ”بھئی حیرت کا کیا ہے، حیرت تو کسی بات پر بھی ہو سکتی ہے۔“
 فاروق مسکرایا۔
 ”حیرت اس بات پر ہے کہ فاروق کو میرے چہرے پر بارہ بجے نظر

آگئے...“ فاروق نے اسے گھورا۔
 ”نیلم کا نام ہم پہلی بار سن رہے ہیں۔“
 ”اچھا... کل پھر سنا دوں گی۔“ وہ مسکرائی۔
 ”دماغ تو نہیں چل گیا۔“ فاروق نے اسے گھورا۔
 ”حد ہوگئی... فرزانہ جلدی بناؤ... تمہاری سہیلی کو کیا مسئلہ درپیش ہے۔“

”وہ اپنے والد صاحب کے ایک نئے دوست کی وجہ سے پریشان ہے... اس کے خیال میں وہ ایک پر اسرار سا انسان ہے... ابھی کچھ ہی دن پہلے اس کے والد صاحب کا دوست بنا ہے اور آتا جانا تقریباً روز کا ہو گیا ہے... جب بھی آتا ہے... تجھے تحائف لے کر آتا ہے... بس اس وجہ سے وہ پریشان ہے... اس کے والد صاحب ایک بڑے سرکاری افسر ہیں...“
 ”تب تو تمہیں وہاں جانا چاہیے... سوال یہ ہے کہ اس نے تمہیں آج شام پانچ بجے کیوں بلایا ہے...“
 ”آج ساڑھے پانچ بجے شام اس کے والد کا دوست پھر آ رہا ہے... وہ چاہتی ہے... میں اسے ایک نظر دیکھ لوں...“
 ”ضرور دیکھ آؤ... کوئی حرج نہیں۔“ محمود نے فوراً کہا۔
 ”گو یا تم دونوں اس معاملے میں میرا ساتھ نہیں دوں گے۔“ فرزانہ نے منہ بنایا۔

”اس کے لیے تمہیں باقاعدہ درخواست دینا ہوگی۔“ فاروق ہنسا۔
 ”تو بے تم سے۔“ فرزانہ جھلا اٹھی۔
 ”میرا خیال ہے فاروق... ہم فرزانہ کے ساتھ ہی چلتے ہیں...“

طرح یہ محترمہ ہمارا شکر یہ ادا کرنے سے کئی کتر اگئیں۔“
 ”اس کو کہتے ہیں بال کی کھال اتارنا۔“ فرزانہ مسکرائی۔
 ”اور اسے کہتے ہیں گنگو میں زبردستی محاورے شامل کرنا۔“
 ”میرا خیال ہے... کھانا کھالینا بہتر ہوگا... تاکہ جانے سے پہلے تم
 کچھ دیر آرام بھی کر سکو۔“ بیگم جمشید جلدی سے بولیں۔
 اور وہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے... ٹھیک پانچ بجے وہ نیلم کی
 کونھی کے دروازے کی گھنٹی بج رہی تھی... فوراً ہی دروازہ کھلا... اور نیلم فوراً
 انہیں اپنے کمرے میں لے آئی...
 ”ابھی وہ صاحب نہیں آئے... البتہ ابوان کا انتظار کر رہے
 ہیں...“

”ان کا نام کیا ہے... اور آپ کو ان پر شک کیوں ہے۔“
 ”وہ حادثاتی طور پر ابو کے دوست بنے اور بہت تیزی سے اس دوستی
 کو انہوں نے آگے بڑھایا ہے... جب بھی آتے ہیں... حد درجہ قیمتی چیزیں
 بطور تحفہ لاتے ہیں... لیکن ان کی طرف دیکھنے سے نہ جانے کیوں میرا دل
 دھڑکنے لگتا ہے... نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہوتا رہتا ہے کہ وہ کوئی ایچھے
 آدمی نہیں ہیں... ضرور کسی خاص وجہ سے انہوں نے دوستی کی ہے۔“
 ”دوستی کی ابتدا کیسے ہوئی...“

”ابو ایک شاپنگ پلازہ کے سامنے اپنی گاڑی سے اترے، عین اس
 وقت ایک تیز رفتار کار دوسری طرف سے آئی... ابو اس کی زد میں پوری طرح آ
 چکے تھے... لیکن ایسے میں کسی نے انہیں دھکا دے دیا... اس طرح وہ اس کار
 سے بچ گئے... دھکا دے کر انہیں بچانے والے یہی تھے۔“

کہیں اکیلے جاتے یہ ڈرنہ رہی ہو۔“ محمود نے جلدی سے کہا۔
 ”ڈرتی ہے میری جوتی۔“
 ”تب پھر ننگے پاؤں جانا۔“ فاروق جلدی سے بولا۔
 ”کھانا لگ گیا ہے۔“ بیگم جمشید کی لہراتی آواز ان کے کانوں سے
 نکرائی۔
 ”میں تو جاؤں گی... تم ساتھ دو یا نہ دو۔“ یہ کہتے ہوئے فرزانہ دستر
 خوان کی طرف بڑھ گئی...
 ”جانا تو خیر اب پڑے گا... ورنہ ہم خود ابھجن میں مبتلا رہیں گے...
 ویسے لگتا ہے... ایک عدد کیس شروع ہوا ہی چاہتا ہے۔“ محمود نے خیال ظاہر
 کیا۔

”پتا نہیں... ان کیسوں کو کیا ہو گیا ہے... کیوں شروع ہونے پر
 تلے رہتے ہیں۔“ فاروق نے جملے کئے انداز میں کہا۔
 ”کون تھلا رہتا ہے...“ بیگم جمشید نے ان کی طرف آتے ہوئے
 کہا۔

”بس یونہی ادھر ادھر کی ہانگ رہے ہیں امی جان... آپ تو جانتی
 ہیں، یہ اس کام کے ماہر ہیں۔“ فرزانہ جلدی سے بولی۔
 ”مطلب یہ کہ تم ادھر ادھر کی نہیں ہانگتیں... خیر ہو جائے گا تجربہ اس
 بات کا بھی... اب سنو... ہم تمہارے ساتھ چل رہے ہیں۔“
 ”اللہ کا شکر ہے... جس نے تمہیں جانے پر مجبور کر دیا۔“ فرزانہ
 مسکرائی۔

”دیکھا امی جان... شکر بھی ادا کیا تو صرف اللہ تعالیٰ کا... اس

ہے... اب ہم اندرونی کمرے میں جا سکتے ہیں۔“

”تب پھر جلدی کریں... ہم شروع سے ان کی گفتگو سننا چاہتے ہیں۔“

نیلیم انہیں اندرونی کمرے میں لے آئی... اب مسئلہ دروازہ کھولنے کا... ان سے غلطی یہ ہوئی تھی کہ پہلے ہی اس کمرے میں نہیں آ گئے تھے... اور دروازہ کھول کر نہیں بیٹھ گئے تھے... اب چٹنی گرانے اور جھری پیدا کرنے کی صورت میں مسٹر ابن چونک سکتے تھے... لیکن اس کے سوا وہ کچھ بھی کیا سکتے تھے...

فرزانہ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں ایک طرف ہو جانے کا اشارہ کیا اور خود بے پاؤں دروازے تک جا پہنچی... اب اس نے بہت آہستہ آہستہ چٹنی سرکائی... یہاں تک کہ وہ نیچے آ گئی... فرزانہ نے دروازہ تھوڑا کھولا... انہوں نے اطمینان کا سانس لیا... کوئی آواز اب تک پیدا نہیں ہو سکی تھی...

تینوں نے باری باری جھری سے آنکھ لگا کر دیکھنے کی کوشش کی... لیکن مسٹر ابن جھری کی زد میں نہیں تھے... نہ نیلیم کے ابو نظر آئے... آخر انہوں نے بات چیت سننے کے لیے کان دروازے سے لگا دیے... فرزانہ کے کان تو یوں بھی بہت تیز تھے، محمود اور فاروق کے بھی کم تیز نہیں تھے... لہذا تینوں کے کانوں میں دوسرے کمرے میں ہونی والی بات چیت آسانی سے آنے لگی... انہوں نے سنا نیلیم کے ابو کہہ رہے تھے:

”مسٹر ابن! آخر آپ کیوں اتنا تکلف کرتے ہیں... مہربانی فرما کر آپ اب یہ تحفے تحائف کا سلسلہ بند کر دیں۔“

”آپ نے ان کا نام نہیں بتایا؟“

”ان کا نام رابن ہے... ابو کے منہ سے میں نے رابن ہی سنا ہے نا... میں چاہتی ہوں... آپ تینوں اسے غور سے دیکھ لیں... اس کھڑکی کی جالیوں سے جب آپ باہر دیکھیں گے تو گیٹ کا اندرونی حصہ نظر آئے گا... مطلب یہ کہ آپ انہیں اندر آتے ہوئے صاف دیکھ سکیں گے...“

”لیکن اس طرح ہم بغور نہیں دیکھ سکیں گے۔“

”کوئی بات نہیں... میں آپ تینوں کو دوسرے کمرے میں لے جاؤں گی... اس کمرے کا دروازہ ڈرائنگ روم میں بھی کھلتا ہے... اس دروازے سے باریک سی جھری رکھ کر آپ اسے دیکھ سکیں گے۔“

”اس طرح ہمارے پکڑے جانے کا اندیشہ ہے... لیکن پھر بھی ہمیں ایسا کرنا ہوگا۔“ محمود نے سر ہلایا۔

عین اس لمحے دروازے کی گھنٹی بجی:

”شاید وہ آ گئے... تیار ہو جائیں۔“

تینوں کھڑکی سے جا لگے... انہوں نے گھریلو ملازم کو گیٹ کی طرف آتے دیکھا... پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔

”آئیے سر... صاحب آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں...“

ملازم مسٹر ابن کو اندر لے آیا... انہوں نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی... اتنے میں وہ آگے بڑھ چکا تھا...

تینوں نے نفی میں سر ہلادیا... ان کا مطلب تھا... ایک نظر میں وہ کوئی انداز نہیں لگا سکے...

”وہ کمرے میں جا چکے ہیں... ڈرائنگ روم کا دروازہ بند ہو چکا

”اچھی بات ہے... آئندہ کوشش کروں گا کہ کوئی تھنہ نہ لاؤں...
لیکن مکمل وعدہ پھر بھی نہیں کرتا۔“
”مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔“
”میں نے کہا نا... آئندہ پوری پوری کوشش کروں گا اور ہاں! آپ
نے میرا کام تو کر دیا ہوگا۔“
”ہاں کیوں نہیں... میں ابھی اپنے کمرے سے کاغذات اٹھا کر لاتا
ہوں۔“

”میں... ذرا ہاتھ روم تک جاؤں گا۔“
”یہ رہا ہاتھ روم کا دروازہ۔“

یہ کہتے ہوئے نیلم کے ابو کے قدموں کی آواز ابھری اور پھر ختم
ہو گئی... ساتھ ہی ہاتھ روم کا دروازہ کھلنے کی اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔
عین اس وقت فرزانہ حرکت میں آئی اور ڈرائنگ روم میں چلی
گئی۔ نیلم دبی آواز میں ارے ارے ہی کرتی رہ گئی... چند سیکنڈ بعد فرزانہ لوٹ
آئی۔

انہوں نے دیکھا... اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بکس تھا...
بکس بہت خوب صورت تھا... فرزانہ نے پہلے تو دروازہ بند کر کے آہستہ انداز
میں چنچنی لگا دی... پھر انہیں اشارہ کیا کہ جونہی ڈرائنگ روم میں نیلم کے ابو داخل
ہوں... ہمیں اس کمرے سے نکل کر نیلم کے کمرے میں پہنچ جانا چاہیے۔
محمود اور فاروق نے سر ہلا دیے... البتہ نیلم کے چہرے پر
ہوا بیاں اڑ رہی تھیں... پھر جونہی اس کے ابو کمرے میں آئے... تینوں اس
کمرے سے نکل گئے اور نیلم کے کمرے میں جا پہنچے۔

”یہ... یہ آپ نے کیا کیا فرزانہ۔“
”بھئی آخر ہمیں اس چیز کو دیکھنا ہی تھا... آپ فکر نہ کریں...“
”لیکن جب ابو اس بکس کو میز پر نہیں پائیں گے اور ادھر ہاتھ روم
سے نکل کر ابن اس کے بارے میں سنیں گے کہ وہ غائب ہے تو کیا ہوگا۔“
”ابھی ہمیں خود معلوم نہیں کہ کیا ہوگا... پہلے تو فرزانہ تم اس بکس کو
کھولو۔“

فرزانہ نے ابھی بکس کو کھولا نہیں تھا کہ دروازے پر زور دار
انداز میں دستک ہوئی۔
وہ بری طرح اچھلے۔

☆☆☆☆☆

واردات

سب انسپکٹر اکرام انسپکٹر جمشید کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے... انسپکٹر جمشید نے یہ بات ایک ہی نظر میں بھانپ لی۔

”کیا بات ہے بھئی... بہت پریشان لگ رہے ہو؟“

”جی... جی ہاں! ایک عجیب بات پیش آئی ہے...“

”اور وہ کیا...“ انسپکٹر جمشید آگے کو جھک آئے۔

”ایک شخص گھڑیوں کی دکان پر پہنچا، اس کے پاس ایک گھڑی تھی...

اس نے دکان دار کو وہ گھڑی دکھائی اور کہا کہ وہ یہ گھڑی فروخت کرنا چاہتا ہے... گھڑی بالکل نئی ہے... دکان دار نے گھڑی اس سے لے کر چیک کی...

اچانک اسے حیرت کا جھٹکا لگا... اس نے اس شخص سے پوچھا کہ وہ اس گھڑی کے کتنے پیسے چاہتا ہے... اس نے فوراً کہہ دیا کہ دو ہزار روپے... یہ سن کر

دکان دار نے کہا... اندر سے پیسے نکال کر لاتا ہوں... دراز میں ختم ہو گئے ہیں... یہ کہہ کر دکان دار اندرونی حصے میں چلا آیا... اور پولیس کے نمبر ڈائل کیے... سلسلہ ملنے پر اس نے اپنی دکان کا پتا بتا دیا۔ پھر باہر آیا تو اس کے ہاتھ

میں ٹوٹ تھے... وہ اس نے دراز میں رکھے اور اس سے بولا، آپ کو تحریر لکھ کر دینا ہوگی... اس پر شناختی کارڈ نمبر بھی لکھنا ہوگا... ہم ایسا احتیاط کرتے ہیں... کیونکہ کوئی کہہ سکتا ہے... یہ گھڑی چوری کی ہے تو ہم وہ تحریر دکھا دیں گے...

اس پر اس نے کوئی اعتراض نہ کیا اور شناختی کارڈ نکال کر نمبر بتا دیا... دکان دار تحریر لکھنے لگا... ساتھ ہی اس نے اس کے لیے چائے منگوائی... تاکہ وہ جانے

کے لیے جلدی نہ کرے... آخر پولیس وہاں پہنچ گئی... دکان دار کے اشارے پر انہوں نے اس شخص کو قابو میں کر لیا... دکان دار نے بتایا کہ اس شخص نے

گھڑی کہیں سے چرائی ہے... کیونکہ اس قدر قیمتی گھڑی اس کی اپنی نہیں ہو سکتی... اگر اس کی اپنی ہوتی تو یہ اس کے دو ہزار ہرگز نہ مانگتا... کم از کم دس

ہزار کہتا... کیونکہ گھڑی کم از کم پندرہ ہزار کی ہے... حوالدار نے اس سے پوچھا... کہ اس نے گھڑی کہاں سے چرائی ہے... اس نے بتایا کہ وہ گھڑی

کے مالک کا نام نہیں جانتا... وہ تو رات کے وقت ایک کونٹری میں داخل ہوا تھا... اسے وہاں اور تو کچھ ہاتھ نہ لگا... البتہ ایک میز کی دراز سے یہ گھڑی

مل گئی... اس نے سوچا... کوئی خطر مول لیے بغیر جو چیز ہاتھ لگ جائے، وہ اس سے اچھی ہے جو خطرہ مول لے کر چرائی جاتی... لہذا وہ باہر آ گیا... حوالدار

نے اس سے کہا کہ وہ انہیں اس کونٹری تک لے چلے... چور انہیں کونٹری تک لے آیا... سر... آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ وہ کونٹری سر جاوید کی ہے۔“

”اوہ!“ ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

سر جاوید ایک صوبائی وزیر تھے... اور کافی شہرت کے مالک

تھے۔

”اچھا تو پھر؟“

”حوالدار نے گھڑی انہیں دکھائی تو وہ بہت بری طرح اچھلے... ان کا رنگ اڑ گیا بدن پر کچکی دوڑ گئی... انہوں نے وہ گھڑی فوراً حوالدار کے ہاتھ سے جھپٹ لی اور چلائے یہ آپ کو کہاں سے ملی۔ حوالدار نے ان کی آنکھوں میں بے پناہ خوف دیکھا۔

حوالدار ہم گیا... اس نے ساری بات بتادی... اس پر انہوں نے کہا۔

’اچھا ٹھیک ہے... جاؤ... اور اسے چھوڑ دو... میں نے اسے معاف کیا...‘

وہ باہر آ گئے۔ حوالدار کو یہ سب کچھ بہت عجیب سا لگا... ایک وزیر کے لیے پندرہ ہزار روپے اتنی بڑی رقم نہیں ہوتی... پھر گھڑی ملنے پر تو اسے خوش ہونا چاہیے تھا... حوالدار کو شاپاش دینی چاہیے اور چور کو حوالا لے جانے کے لیے کہنا چاہیے تھا... لیکن انہوں نے چور کو بھی چھوڑ دینے کے لیے کہا... ”یہاں تک کہ کراکرام خاموش ہو گیا۔

”ہوں! بات واقعی عجیب ہے... اور یہ بات تم تک کیسے پہنچی؟“

”وہ حوالدار میرے ایک ماتحت کا دوست ہے... اس نے یہ کہانی اسے سنائی... وہ سن کر میرے پاس چلا آیا۔“

”اور تم میرے پاس چلے آئے...“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”جی... جی ہاں...“ اکرام نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

”تو پھر میں چلا چلتا ہوں وزیر صاحب کے پاس... تم بھی میرے

ساتھ چلو۔“

”او کے سر۔“

دونوں اسی وقت جیب میں سرجاوید کی کوٹھی پہنچے... ملازم نے دروازہ کھولا تو انسپکٹر جمشید نے اپنا کارڈ اسے دیا... وہ کارڈ لے کر اندر چلا گیا... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی:

”صاحب ابھی آتے ہیں جناب... آپ ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیے...“

ملازم انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا... دونوں کمرے کا جائزہ لینے لگے... دیوار پر بڑے سائز کی تین تصاویر لگی تھیں... یہ تصاویر قدرتی مناظر کی تھیں... آتش دان پر ایک مصنوعی گل دستہ رکھا تھا... کمرے کا فرنیچر بہت قیمتی تھا... اچانک انسپکٹر جمشید بولے:

”مجھے عجیب سا احساس ہو رہا ہے... تمہارا کیا حال ہے اکرام۔“

”جی... جی... میں نے کچھ محسوس نہیں کیا۔“

اسی وقت لمبے قد کے ایک نوجوان اندر داخل ہوئے... وہ تھے بھی دبلے پتلے... ناک کافی لمبی تھی۔ دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”السلام علیکم سر۔“

”وعلیکم السلام... تو آپ ہیں انسپکٹر جمشید۔“ وہ مسکرائے۔

”اور یہ میرے اسٹنٹ ہیں۔“

”خوب! فرمائیے! کیسے آنا ہوا۔“

”آپ کی گھڑی چوری ہو گئی تھی... اسی سلسلے میں حاضر ہوئے

ہیں۔“

”وہ معاملہ تو ختم ہو گیا... میں نے تو چور کو بھی معاف کر دیا تھا۔“

”جی ہاں! ہمیں معلوم ہے... آپ بہت نرم دل ہیں... ورنہ چور کو

تو سزا ملتی چاہیے تھی... تاکہ وہ پھر ایسا نہ کرے... آپ ذرا وہ گھڑی ہمیں دکھا دیں۔“

”گھڑی دکھا دوں... کیوں؟“ وہ حیران رہ گئے۔

”بس ایسے ہی...“

”بھئی کوئی وجہ بھی تو ہو۔“

”بس! ہم اس گھڑی کو دیکھنا چاہتے ہیں۔“

”مجھے افسوس ہے... وہ گھڑی اب میرے پاس نہیں ہے۔“

”جی... کیا مطلب؟“

”میں نے چور کو چھوڑ کر واقعی غلطی کی تھی... وہ رات پھر کسی وقت کوٹھی میں داخل ہوا اور وہی گھڑی چرا لے گیا... میں اس کی چوری کی رپورٹ درج کرا چکا ہوں۔“

”اوہو اچھا...“ وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

”جی ہاں۔“

”اچھی بات ہے... ہم چلتے ہیں۔“

وہ ان سے ہاتھ ملا کر باہر آ گئے... جیب میں بیٹھے ہوئے انسپکٹر جمشید بولے:

”کیا خیال ہے اکرام؟“

”میرا خیال ہے... یہ جھوٹ بول رہے ہیں... چور دوبارہ اس قدر جلدی جرات نہیں کر سکتا... پھر یہ کہ آخر ان کی کوٹھی میں کوئی چور اس قدر آسانی سے اندر کیسے داخل ہو جاتا ہے... کیوں نہ ہم کوٹھی کے ارد گرد کا جائزہ لے لیں۔“

”ٹھیک ہے اکرام۔“

انہوں نے چاروں طرف سے کوٹھی کو دیکھا... چار دیواری زیادہ اونچی نہیں تھی... اس لیے اندر داخل ہونا مشکل نہیں تھا... باقی رہا اندرونی حصے میں داخل ہونے کا سوال تو گھر کے افراد کوئی دروازہ یا کھڑکی بند کرنا بھول گئے ہوں گے...

”میرا خیال ہے اکرام... ہمیں اس گھڑی ساز سے بھی ملنا ہوگا۔“

”وہ کیوں سر؟“ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”میں ذرا وہ گھڑی دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”لیکن سر... وہ گھڑی اس کے پاس کیسے ہو سکتی ہے۔“ اکرام بولا۔

”اوہو بھئی... میرا مطلب ہے... بالکل اس جیسی گھڑی۔“

”اوہ اچھا۔“

اکرام نے حوالدار کے ذریعے دکان کا پتا معلوم کیا اور دونوں وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے دکان دار کو بتایا کہ ان کا تعلق پولیس سے ہے۔

”جی فرمائیے۔“ وہ پریشان ہو گیا۔

”سرجا وید کی جو گھڑی چور چرا کر یہاں لایا تھا... وہ کس قسم کی تھی...“

کیا آپ کے پاس اس جیسی گھڑی ہے۔“

”جی ہاں... موجود ہے۔“

”بس ذرا وہ مجھے دکھا دیں... بلکہ دکھا کیا دیں... میں وہ خرید ہی لیتا ہوں۔“

”جی... جی اچھا۔“

اس نے گھڑی انہیں دکھا دی... گھڑی خرید کر وہ وہاں سے

لوٹے:

”تم جانتے ہو اکرام! میں نے یہ گھڑی کیوں خریدی ہے۔“

”جی... جی نہیں۔“ وہ گھبرا گیا۔

”آج رات... میں اور تم سر جاوید کے ہاں ایک عدد وردات کریں

گے۔“

”جج... جی... کیا مطلب؟“ وہ اچھل پڑا۔

”ہاں! میں ان کی وہ گھڑی چرانا چاہتا ہوں... اس کی جگہ یہ رکھ

دیں گے۔“

”ارے باپ رے... سر... وہ ایک وزیر ہیں... اگر ہم پکڑے

گئے۔“

”پکڑے گئے تو بھی کوئی بات نہیں...“

”وہ اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن کو فون کر دیں گے۔“

”پھر کیا ہوا اکرام... یہ کام بہر حال ہمیں کرنا ہے... تم رات ٹھیک

گیارہ بجے تیار رہنا۔“

”اوکے سر... لیکن آپ کے خیال میں یہ گھڑی کا چکر کیا ہے؟“

”ابھی مجھے خود معلوم نہیں... لیکن کوئی چکر ہے ضرور... اس میں

پہلی عجیب بات یہ ہے کہ گھڑی پا کر وہ خوش نہیں ہوئے بلکہ خوف زدہ ہوئے... چور کو چھوڑ دیا... میں نے گھڑی دیکھنے کی فرمائش کی تو کہہ دیا کہ وہ تو پھر چوری

ہو گئی ہے... ان حالات کی بنیاد پر مجھے اس معاملے میں کوئی گڑبگ لگتی ہے... اور

میں اس گھڑی کو دیکھنے کے لیے بری طرح بے چین ہوں...“

”اوکے سر! میں گیارہ بجے تیار ملوں گا۔“

دفتر پہنچ کر انہوں نے اپنے اپنے کام نبھائے... پھر انسپکٹر جشید

گھر کی طرف روانہ ہو گئے... انہیں رہ رہ کر اس گھڑی کا خیال آ رہا تھا...

ساتھ ہی انہیں سر جاوید پر غصہ بھی آ رہا تھا جنہوں نے گھڑی انہیں نہیں دکھائی

تھی... اور یہ کہ دیا تھا کہ گھڑی ایک بار پھر چوری ہو گئی ہے۔ اچانک انہیں ایک

ترکیب سوچھی... انہوں نے جیب ایک طرف روک کر اکرام کے نمبر ملائے...

سلسلہ ملتے ہی انہوں نے کہا:

”اکرام! ایک ترکیب ذہن میں آئی ہے۔“

”اور وہ کیا سر...“

”ہم حلیے تبدیل کر کے یہ واردات کریں گے... اور تبدیل شدہ

حلیوں پر بھی نقاب اوڑھ لیں گے... مطلب یہ کہ اگر ہم پکڑ جاتے ہیں اور

ہمارے نقاب اٹے جاتے ہیں تو بھی وہ ہمیں نہیں پہچان سکیں گے۔“

”لیکن سر! اس سے فائدہ کیا ہوگا۔“

”بھئی سر جاوید آخر وزیر ہیں... بلاوجہ ادھر ادھر فون کر کے ہماری

شکایتیں تو لگائیں گے ہی... اس طرح ہم ان شکایات سے بچ جائیں گے... چپ چاپ گرفتار ہو کر حوالات میں آجائیں گے اور پھر حوالات سے نکل جائیں

گے۔“

”بہت خوب سر... یہ ٹھیک رہے گا۔“ اکرام نے خوش ہو کر کہا۔

”تب پھر میں تمہارے پاس دس بجے آؤں گا... حلیہ تبدیل کرنے

میں بھی تو کچھ وقت لگے گا۔“

”ٹھیک ہے سر...“

انہوں نے فون بند کیا ہی تھا کہ گھنٹی بجنے لگی... سکرین پر نظر

مقابلے کی دعوت

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے کہ رہے ہوں...
اب کیا کریں... پھر فرزانہ مسکرائی اور اس نے نیلم کو اشارہ کیا کہ دروازہ کھول
دے۔

”اور... اور یہ بکس...“

”تم اس کی نگر نہ کرو... دروازہ کھول دو۔“ فرزانہ نے اس کے کان
میں کہا۔

نیلم دروازے کی طرف مڑی... اس کے چہرے پر شدید
گھبراہٹ کے آثار تھے... آخر اس نے چٹنی گرا دی... انہوں نے دیکھا...
... نیلم کے والد مسٹر رابن کے ساتھ کھڑے تھے... رابن کے چہرے پر شدید
ترین الجھن کے آثار تھے...

پھر وہ دونوں اندر آ گئے... اس کے ساتھ ہی نیلم بھی ان کی
طرف مڑی اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی کہ بکس اب میز پر نہیں تھا۔
”السلام علیکم... مجھے نہیں معلوم تھا... آپ کی سہیلی اور ان کے بھائی

والی تو آئی جی شیخ ٹارا احمد صاحب کا نام نظر آیا... فون آن کرتے ہی وہ بولے:
”یس سر!“

”جشید! تم فوری طور پر میرے پاس چلے آؤ۔“

”اوکے سر... کوئی پریشانی والی بات تو نہیں۔“

”پتا نہیں... بس تم آ جاؤ۔“

”میں پہنچ رہا ہوں سر۔“

پھر جونہی وہ آئی جی صاحب کے دفتر میں داخل ہوئے...
حیرت زدہ رہ گئے۔ ان کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی... ادھر آئی جی صاحب کہ
رہے تھے:

”آؤ جشید! ان سے ملو۔“

☆☆☆☆☆

”او ہوا اچھا۔“ مسٹر رابن نے حیران ہو کر کہا۔
 ”جی ہاں! انسپکٹر جمشید کی بچی... میری بچی کی کلاس فیلو ہیں۔“
 ”آپ تینوں ساتھ والے کمرے میں گئے تھے۔“
 ”جی ہاں!“ تینوں ایک ساتھ بولے۔
 ”واسطی صاحب... اگر آپ محسوس نہ کریں تو میں ان تینوں کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔“

”جی... کیا مطلب؟“ واسطی صاحب چونکے۔
 ”میرا خیال ہے... وہ بکس ان میں سے کسی کے پاس ہے۔“
 ”دیکھیے... میرے خیال میں آپ کا خیال درست نہیں... انسپکٹر جمشید اور ان کے بچے بہت مشہور لوگ ہیں... ان کی ایمان داری کی تو مثالیں دی جاتی ہیں... انہیں وہ بکس چرانے کی بھلا کیا ضرورت تھی... پھر آپ وہ بکس میرے لیے بطور تحفہ لائے تھے... سو میں وہ وصول کر چکا ہوں... اب وہ میری چیز ہے... لہذا آپ کو اس کے بارے میں فکر مند ہونے کی کیا ضرورت... اس لیے میں کم از کم اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔“
 ”خیر... آپ کی مرضی... واقعی میں غلطی پر تھا... مجھے یہ مطالبہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔“

”لیکن...“ ایسے میں فرزانہ کی آواز گونجی۔
 وہ اس کی طرف دیکھنے لگے... فرزانہ مسکرائی:

”میں چاہتی ہوں، آپ ہماری تلاشی لے لیں۔“
 ”بیٹی! آپ میرے گھر میں مہمان ہیں... انہیں آپ کی تلاشی لینے کا کوئی حق نہیں۔“

”آئے ہوئے ہیں۔“
 ”وعلیکم السلام ابو... یہ لوگ تھوڑی دیر پہلے ہی آئے ہیں۔“
 نیلم کے ساتھ ان تینوں نے بھی کہا:
 ”السلام علیکم انکل۔“
 ”وعلیکم السلام... بیٹی نیلم... تھوڑی دیر پہلے تم میرے کمرے میں آئی تھیں...“

”جی نہیں... نہیں تو... البتہ میں ساتھ والے کمرے میں ضرور گئی تھی... یہ تینوں بھی میرے ساتھ تھے... کیا ہوا ابو۔“ نیلم کا دل اس وقت دھک دھک کر رہا تھا۔

”میرے دوست مسٹر رابن میرے لیے ایک تحفہ لائے تھے... وہ تحفہ سرخ رنگ کے ایک چھوٹے سے بکس میں تھا... میں اپنے کمرے سے کچھ کاغذات اٹھانے گیا تھا... اور یہ اس دوران ہاتھ روم میں چلے گئے... یہ ہاتھ روم سے نکلے تو بکس غائب تھا...“

”اوہ... اوہ۔“ چاروں کے منہ سے نکلا۔
 نیلم کے والد نے ان پر ایک نظر ڈالی پھر مسٹر رابن سے بولے:
 ”ان لوگوں کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔“

”ضرور یہی بات ہوگی واسطی صاحب... لیکن یہ کون صاحب ہیں...“

”یہ میری بچی کی سہیلی ہے... اور یہ دونوں ان کے بھائی ہیں۔“
 ”میرا مطلب ہے... ان کے نام کیا ہیں؟“
 ”یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں... انسپکٹر جمشید کے بچے؟“

دروازہ کیوں بند کیا۔“

”لیکن... وہ بک...“ نیلم نے کہنا چاہا۔

”بک... بک کیا؟“ فرزانہ نے اس کا بازو دبا دیا... یہ اشارہ تھا

اس بات کا کہ اسے بکس کے بارے میں خاموش رہنا چاہیے۔

”اچھا نیلم... اب ہم چلیں گے... پھر ملاقات ہوگی۔“

فرزانہ نے اسے آنکھوں سے اشارہ کیا... کہ اب ان کا چلے

جانا ہی بہتر ہے... نیلم نے سر ہلا دیا... تینوں باہر نکل آئے... نیلم انہیں

رخصت کرنے دروازے تک آئی... پھر وہ اپنی کار میں بیٹھ گئے... نیلم نے

الوداعی انداز میں ہاتھ ہلا دیا اور انہوں نے کار آگے بڑھادی...

نیلم اندر کی طرف مڑی تو اس نے دیکھا... مسٹر رابن اور اس

کے والد بھی کمرے سے نکل کر گیٹ کا رخ کر رہے تھے... گویا وہ بھی جارہے

تھے... پھر اس نے رابن کو کار میں بیٹھ کر جاتے دیکھا...

اس کے والد گیٹ بند کر کے اس کی طرف مڑے:

”محمود، فاروق اور فرزانہ چلے گئے بیٹی۔“

”جی ہاں آ“

”مجھے بہت افسوس ہے... مسٹر رابن کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا... وہ

تینوں کیا سوچتے ہوں گے۔“

”انہوں نے بالکل برا نہیں مانا ابو۔“

”یہ... واقعی بہت اچھے لوگ ہیں... میں اپنے دل میں ان کی بہت

قد ر محسوس کرتا ہوں۔ میری طرف سے ان سے معذرت کر لیتا۔“

”جی اچھا ابو۔“

”لیکن انکل... ہم چاہتے ہیں، ہمارے بارے میں کوئی غلط رائے

نہ قائم کر لی جائے... جب یہ تلاشی لے لیں گے تو ان کا اطمینان ہو جائے

گا۔“

”لیکن میں اسے کسی طرح بھی مناسب نہیں سمجھتا۔“

”آپ یہ بھی تو سوچیں... اس طرح ہماری پوزیشن ان کی نظروں

میں مشکوک رہے گی... آئیے رابن صاحب... آپ ہماری تلاشی لے لیں۔“

”شکر یہ آ“ یہ کہ کر وہ جلدی سے آگے بڑھے۔

واسطی صاحب نے ناگواری کے عالم میں ان کی طرف

دیکھا... لیکن خاموش رہے... غالباً انہوں نے سوچا، اب یہ معاملہ صاف ہی ہو

جائے... تو بہتر ہے... رابن نے ان تینوں کی اچھی طرح تلاشی لی... پھر

کمرے میں بھی ادھر ادھر دیکھا... آخر اس کے چہرے شرمندگی کے آثار نمودار

ہوئے:

”مجھے افسوس ہے... میں نے بلاوجہ آپ لوگوں پر شک کیا... میں

معافی چاہتا ہوں...“

”کوئی بات نہیں۔“

”آئیے... واسطی صاحب چلیں۔“

دونوں کمرے سے نکل گئے... چند سیکنڈ تک وہ خاموشی سے

کھڑے رہے... یہاں تک کہ انہوں نے ان دونوں کو واسطی صاحب کے

کمرے میں جاتے دیکھ لیا...

”کمرے کا دروازہ بند کر دوں؟“ نیلم نے پوچھا۔

”نہیں... اس طرح مسٹر رابن پھر شک میں مبتلا ہو جائیں کہ ہم نے

”بکس... کیسا بکس۔“ بیگم جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

”ہمیں خود اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔“

اس وقت تک فرزانہ اپنے بالوں کے نیچے سے بکس نکال چکی تھی... تلاشی کے وقت بھی اس نے بکس بالوں میں چھپا رکھا تھا... لیکن واسطی کا خیال بالوں کی طرف نہ جاسکا... ورنہ ان کی چوری تو واقعی پکڑی گئی تھی... راہن واسطی صاحب کی نظروں میں سچا ثابت ہو جاتا اور وہ جھوٹے... وہ بال بال بچے تھے... فرزانہ نے بکس میز پر رکھا ہی تھا کہ دروازے کی گھنٹی زوردار انداز میں بجی۔

”وہ... وہ آگیا۔“ فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

”ارے باپ رے...“ محمود اور فاروق کے منہ سے نکلا۔

”امی جان... یہ بکس چھپا دیں... خیال رہے... آنے والا اس بکس کو تلاش نہ کر سکے۔“

”اچھی بات ہے... تم فکر نہ کرو... اور جاؤ... دروازہ کھول دو۔“

”پہلے آپ تو چلی جائیں... جہاں جانا چاہتی ہیں۔“ فرزانہ نے

بوکھلا کر کہا۔

بیگم جمشید مسکرا دیں اور اندر کی طرف بڑھ گئیں... اسی وقت

دروازے کی گھنٹی پھر بجائی گئی... انہوں نے دیکھا... ان کی والدہ جا چکی

تھیں... اب محمود آگے بڑھا اور اس نے دروازہ کھول دیا... پھر وہ حیرت زدہ

رہ گئے، بوکھلا گئے۔ آنے والے نے محمود کو ایک دھکا دیا تھا... دھکا اس قدر زور

دار تھا کہ وہ دھڑام سے گرا... جب تک وہ اٹھتا... آنے والے نے دروازہ

اندر سے بند کر لیا... ساتھ ہی وہ غرایا۔

واسطی صاحب اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے... نیلم اپنے کمرے میں چلی آئی... پھر اس نے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہی فرزانہ کا موبائل نمبر ملایا... جونہی اس کی آواز سنائی دی اس نے دبی آواز میں کہا:

”ہوشیار... مسٹر راہن بھی تمہارے فوراً بعد روانہ ہوئے ہیں۔“

”شکر یہ نیلم... فکر نہ کرو۔“

یہ کہتے ہی فرزانہ نے فون بند کر دیا اور یہ خبر انہیں سنائی... پھر

بولی:

”محمود... میرا خیال ہے... ہمیں جلد از جلد گھر پہنچ جانا چاہیے...“

میں خوف محسوس کر رہی ہوں۔“

”کک... کیا کہا تم نے... خوف محسوس کر رہی ہو... ہائیں... تم

اور خوف... کیوں مذاق کرتی ہو۔“ فاروق نے مذاق اڑانے کے انداز میں

کہا۔

”نن... نہیں... یہ بات نہیں... مسٹر راہن کوئی عام آدمی نہیں

ہے... وہ ضرور کوئی اہم آدمی ہے... ہمارے نام سن کر اس کا چونکنا اصلی نہیں

تھا... گویا وہ ہمیں پہلے سے بہت اچھی طرح پہچانتا ہے... اسی لیے اس نے

ہماری تلاشی کی تجویز پیش کی تھی۔“

”اوہ... اوہ۔“ دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور پھر محمود نے کار کی رفتار تیز کر دی... آندھی اور طوفان کی

طرح کار چلاتے وہ گھر پہنچ گئے... اندر داخل ہونے پر انہوں نے اطمینان کا

سانس لیا...

”نکا لوہہ بکس؟“ محمود بے تابانہ انداز میں بولا۔

”یہ تم حملہ کر رہے ہو یا باتیں بگھا رہے ہو... جب اوکھلی میں سر دیا تو ڈرنا کیا... ورنہ میں کہوں گا... ناچ نہ جانے آگن میڑھا۔“ رابن بلا کی تیزی سے کہتا چلا گیا۔

”ہائیں ہائیں... آپ نے تو محاورات میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہے... یہ گویا آپ نے دھان پان والی بات کا جواب دیا ہے... مان گئے ہم آپ کو۔“

”ابھی کیا ہے... آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا؟“ وہ ہنسا... اس کی ہنسی بھی بہت عجیب سی تھی یوں لگتا تھا جیسے کسی باریک سے پائپ سے نکل رہی ہو۔

”جی اچھا۔“ فاروق نے مسکسی صورت بنائی۔

”کیا جی اچھا۔“ اس نے فاروق کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

”دیکھ لیں آگے آگے... بھی۔“

”تم حملہ نہیں کر دگے... ڈر رہے ہو مجھ سے... مجھے ہی حملہ کرنا ہوگا۔“ وہ غزایا۔

”اچھا! یہ بات ہے... تو پھر یہ لو... تم بھی کیا یاد رکھو گے۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے رابن پر بلا کی تیزی سے

چھلانگ لگائی۔

☆☆☆☆☆

”وہ بکس کہاں ہے۔“

”بکس کی بات تو ہم بعد میں کریں گے... پہلے تم سے اس بات کا

انتقام لیں گے کہ تم نے مجھے گرایا کیوں؟“

”تم لو گے انتقام۔“ وہ ہنسا۔

”ہاں بالکل۔“ تینوں ایک ساتھ بولے۔

”اچھی بات ہے... تو پھر آؤ... ہو جائیں دو دو ہاتھ۔“ اس نے

دونوں بازو پھیلا دیے... بالکل اس طرح جیسے جو ڈوکراٹے کے ماہر پھیلاتے

ہیں، اس کے کھڑے ہونے کا انداز بھی اسی طرح تھا۔

”ہوشیار!“ فرزانہ نے گویا دونوں کو خبردار کیا۔

”آؤ... کرو مجھ پر حملہ۔“

”چلو فرزانہ... تم کرو ان پر حملہ۔“

”حد ہو گئی... میں حملہ کروں گی اور تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے کھڑے رہو

گے... گویا تماشا دیکھو گے۔“

”اچھی بات ہے... اگر تم حملہ نہیں کرتیں تو پھر محمود حملہ کرے گا، انکل

رابن پر۔“

”اوہو... تو تمہیں کیا ہوا ہے؟“

”کام چور کہیں کے...“ فاروق جل گیا اور رابن کی طرف بڑھا۔

”انکل رابن... میں ذرا دھان پان سا آدمی ہوں... زیادہ زور

شور سے نہ لڑے گا۔“

”لیکن انہیں کیا پتا کہ دھان پان کیا ہوتا ہے۔“ فرزانہ نے منہ

بنایا۔

”یہ میرا کارڈ ہے... اس پر گھر کا پتا اور فون نمبر درج ہیں۔“
 ”شکر یہ جناب... میں ایک گھنٹے تک بیٹھ رہا ہوں...“
 ”ٹھیک ہے۔“ انہوں نے کہا اور پھر سب سے ہاتھ ملا کر باہر نکل گئے۔

”ہاں! اب بتاؤ جمشید... اس وقت تمہیں کیا مصروفیت ہے۔“
 ”سرجاوید کے ساتھ کوئی چکر چل رہا ہے... اور وہ چکر بہت پر اسرار ہے... کسی چور نے ان کے گھر سے ایک گھڑی چرائی تھی... وہ گھڑی چور بازار میں فروخت کرنے چلا گیا... گھڑی قیمتی تھی... دکان دار نے بھانپ لیا کہ اس نے چوری کی ہے... چنانچہ اس نے پولیس کو بلا لیا... ایک حوالدار وہاں پہنچا... اس نے چور سے پوچھا... گھڑی کہاں سے چرائی... وہ اسے سرجاوید کی کوٹھی تک لے گیا... سرجاوید گھڑی دیکھ کر بری طرح گھبرا گئے... انہوں نے حوالدار کا شکر یہ ادا کیا اور چور کو چھوڑ دینے کے لیے کہا... حوالدار ہمارے حوالدار محمد حسین آزاد کا دوست ہے... اس نے یہ واقعہ اسے سنایا... محمد حسین کے کان کھڑے ہو گئے... اس نے اکرام سے ذکر کیا... اکرام میرے پاس چلا آیا... میں اسے ساتھ لے کر سرجاوید سے ملا... ان سے کہا کہ ذرا وہ گھڑی دکھائیں... آپ یہ سن کر حیران ہون گئے کہ جواب میں انہوں نے کہا کہ وہ گھڑی تو ایک بار پھر چوری ہو گئی ہے... شاید وہی چور پھر چرائے گیا ہے... اور یہ کہ انہوں نے اس کی رپورٹ درج کرا دی ہے... یہ معاملہ میرے لیے حد درجے پر اسرار ہے سر... اور میں نے آج رات حلیہ تبدیل کر کے ان کے گھر میں واردات کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔“
 ”کیا!!؟“ آئی جی صاحب زور سے چونکے۔

خون

”السلام علیکم سر! انسپکٹر جمشید نے اس شخص کی طرف ہاتھ بڑھایا۔
 اس نے نہایت گرم جوشی سے ہاتھ ملایا... ادھر ڈی آئی جی صاحب بولے:
 ”جمشید... یہ راؤد جاہت ہیں... ہماری قومی اسمبلی کے ممبر ہیں... چند دنوں سے یہ ایک انجانا سا خوف محسوس کر رہے ہیں... یہی نہیں... ان کا پورا گھر محسوس کر رہا ہے... یہ چاہتے ہیں... تم ان کے گھر کا معائنہ کر لو۔“
 ”جی بہتر! میں کل کسی وقت ان کے ہاں ہواؤں گا۔“
 ”کل کیوں... آج کیوں نہیں؟“ راؤد جاہت نے منہ بنایا۔
 ”آج میں بہت مصروف ہوں سر۔“
 ”جمشید! تم پہلے ان کے گھر کا جائزہ لے لو...“
 ”اوکے سر... آپ چلیے... میں پہنچتا ہوں... اپنے دو ایک ماتحتوں کو لے کر۔“
 ”یہ ہوئی نابات۔“ راؤد جاہت مسکرائے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

”شکریہ! مہربانی فرما کر پہلے آپ تفصیل سنائیے... آپ کیوں خوف محسوس کر رہے ہیں... خوف محسوس کرنے کی بنیاد کیا ہے۔“
 ”میں بتاتا ہوں... آپ کیا لینا پسند کریں گے۔“ انہوں نے کہا۔
 ”شکریہ! ڈیوٹی کے دوران ہم لوگ کچھ کھانے پینے کے عادی نہیں ہیں۔“

”ایک ہفتہ پہلے ہمارے گھر کے صحن میں صبح کے وقت خون کا ایک دھبہ نظر آیا... یعنی جب ہم سو کر اٹھے... گھر کے تمام دروازے اندر سے بند تھے... زینہ بھی اندر سے بند تھا... اسی طرح کسی کے اندر آنے کے کوئی نشانات بھی نہیں تھے... باہر تمام رات پہرہ دیا جاتا ہے... انہوں نے کسی کو بھی کوٹھی کی طرف آتے یا اندر داخل ہوتے نہیں دیکھا... نہ رات کے کسی حصے میں کسی گزبڑ کے کوئی آثار کہیں نظر آئے... اب سوال یہ پیدا ہوا کہ خون کا وہ دھبہ کہاں سے آگیا... میں نے احتیاطاً پولیس اسٹیشن فون کر دیا... پولیس آئی اور کوٹھی میں گھوم پھر کر جائزہ لینے کے بعد چلی گئی... دھبے کے بارے میں وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے... اس کے دو دن بعد گھر کے ایک کمرے میں ایک مردہ سانپ نظر آیا۔“
 ”جی... کیا مطلب؟“ انسپکٹر جمشید اور اکرام ایک ساتھ بولے۔
 ”جی ہاں! اب اس بات میں کوئی شک نہیں رہ گیا کہ کوئی اندر تو داخل ہوتا ہے... لیکن وہ کس طرح داخل ہوتا ہے... یہ ہم نہ جان سکے... پولیس کو پھر فون کیا گیا... لیکن وہ کوئی اندازہ قائم نہ کر سکی...“
 ”ہوں۔“ انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

”اور آج صبح پھر ہمیں باورچی خانے کے فرش پر خون پھیلا نظر آیا... پولیس کو پھر فون کیا گیا... کوئی بات معلوم نہ ہو سکی... تھک آ کر میں آئی جی

”ہاں جناب! یہ کرنا ہوگا... کیونکہ وہ کہہ چکے ہیں... وہ گھڑی ایک بار پھر چرائی گئی ہے۔ لہذا ہم اس گھڑی کو اسی طریقے سے دیکھ سکتے ہیں۔“
 ”ہوں! دیکھ لو جمشید... یہ خطرناک ہوگا۔“
 ”سر! ہم جیسے تبدیل کر کے جائیں گے... وہ زیادہ سے زیادہ پولیس کو بلا لیں گے اور ہمیں پولیس کے حوالے کر دیں گے... اول تو اس کی نوبت نہیں آئے گی... ہم اس سے پہلے ہی فرار ہو چکے ہوں گے۔“
 ”اچھی بات ہے... لیکن اس وقت تو پھر تمہیں راؤ وجاہت کے ہاں جانا ہے۔“

”میں وہاں سے بہت جلد آنے کی کوشش کروں گا... ہو سکتا ہے... انہیں وہم ہو گیا ہو۔“
 ”اچھی بات جمشید... ویسے سچ بات یہی ہے کہ سر جاوید والے معاملے نے مجھے ابھی الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔“
 ”جی ہاں! یہی تو بات ہے... میرا خیال ہے... اب ان کی خفیہ نگرانی بھی کرانا ہوگی۔“
 ”جو مناسب سمجھو کرو...“
 ”اچھا تو پھر میں چلا... اکرام کے ساتھ پہلے راؤ وجاہت کے ہاں جا رہا ہوں۔“

انہوں نے سر ہلا دیا اور مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا... اکرام کو ساتھ لے کر وہ راؤ وجاہت کی کوٹھی پہنچے... انہوں نے بہت خشک اور سرد انداز میں ان سے ہاتھ ملائے اور انہیں اپنے ڈرائنگ روم میں لے آئے۔
 ”تشریف رکھیے...“

”میں نے ملازم سے کہا تھا... پھر جب دوبارہ بھی ایسا ہوا تو میں نے اس سے پوچھا... کہ میری ہدایت کے باوجود اس نے ایسا کیوں کیا... اس نے کہا کہ وہ بھول گیا تھا۔“

”اچھی بات ہے... شکریہ۔“ یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا اور راؤ و جاہت سے بولے۔

”مہربانی فرما کر آپ اپنے ملازم کو بلائیں۔“

”میں گھر کے ملازم سے آپ کو ملوادیتا ہوں... آپ کو جو کام بھی لینا ہے... اس سے لیتے رہیں... میرا تو یہ آرام کا وقت ہے۔“ راؤ و جاہت نے برا سامنہ بنایا۔

”ٹھیک ہے۔“

جلد ہی ملازم وہاں آگیا:

”نور دین... تم ان کے ساتھ رہو... جو یہ کہیں، وہ کرو... انہیں یہاں کچھ کام کرنا ہے۔“

”جی اچھا صاحب جی۔“ وہ فوراً بولا۔

راؤ و جاہت اٹھ کر کمرے سے چلے گئے...

”گھر میں پہلی مرتبہ جب کسی کمرے کے فرش پر خون نظر آیا تو کیا ہوا

تھا۔“

”جی... خون... اچھا وہ... ہوا کیا تھا... صاحب نے پولیس کو فون

کر دیا... پولیس آئی اور اپنی کارروائی کر کے چلی گئی... وہ کچھ بھی معلوم نہ کر

سکی۔“

”وہ اس لیے کہ آپ نے خون صاف کر دیا تھا...“ انسپکٹر جمشید نے

صاحب کے پاس چلا گیا... انہیں مختصر طور پر یہ باتیں بتائیں تو انہوں نے آپ کو فون کر کے بلالیا... میری کہانی تو بس اتنی سی ہے۔“

”لیکن آپ نے خود آئی جی صاحب کے پاس جانے کی زحمت کیوں

کی... آپ انہیں فون کر دیتے... وہ مجھے آپ کے ہاں بھیج دیتے۔“

”مجھے اس طرف کام تھا...“ وہ جلدی سے بولے۔

”اچھی بات ہے... کیا ان لوگوں نے خون کا نمونہ لیا تھا۔“

”آپ کا مطلب ہے... پولیس نے؟“

”جی ہاں؟“

”شاید انہوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا... پھر بھی آپ فون کر کے

پوچھ لیں۔“

”اچھی بات ہے۔“

فون نمبر معلوم کر کے انہوں نے پولیس اسٹیشن سے رابطہ کیا...

اپنا تعارف کرانے کے بعد ان سے پوچھا:

”راؤ صاحب کے ہاں سے جو خون ملا تھا، کیا آپ نے اس کا نمونہ لیا

تھا... لیبارٹری میں چیک کرایا تھا۔“

”جی نہیں... اس لیے کہ ہمارے جانے سے پہلے ہی ملازم خون

صاف کر چکا تھا۔“

”کیا دونوں مرتبہ۔“

”جی ہاں! دونوں مرتبہ۔“

”جب پہلی بار ایسا ہوا تو آپ نے ملازم کو بتایا کیوں نہیں کہ کبھی ایسا

ہو جائے تو خون کو صاف نہیں کر دینا چاہیے۔“

”وہ چاہتے ہیں... آپ جادو کرانے والے کا سراغ لگائیں۔“
”ہوں... خیر... آپ ہمیں کوٹھی دکھائیں... کوئی تو اندر آتا ہے“

تا۔

اب انہوں نے کوٹھی کا معائنہ شروع کیا... چار دیواری زیادہ اونچی نہیں تھی... دیوار پھلانگنا مشکل کام نہیں تھا... لیکن اندرونی حصے میں دروازہ کھولے بغیر کوئی اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا... چار دیواری کے چاروں طرف باغ تھا... انہوں نے تمام دروازوں اور کھڑکیوں کا بھی جائزہ لیا...
”کوئی ماہر شخص دیوار پھلانگ کر اندر آ سکتا ہے اور اس کے بعد اپنی ماسٹر چابی سے کوئی بھی دروازہ کھول سکتا ہے... مطلب یہ کہ راؤ صاحب کے حفاظی انتظامات ناقص ہیں... یہ بات ہمیں بتانا بھی ہوگی... آپ ذرا راؤ صاحب کو بتائیں... ہم نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے... اور ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔“

”جی اچھا! میں ابھی انہیں بتاتا ہوں۔“

جلدی وہ راؤ صاحب کے سامنے بیٹھے تھے:

”ہاں تو کیا نتیجہ نکالا آپ نے۔“

”وہ جو کوئی بھی ہے... اس کے لیے اندر داخل ہونا کوئی مشکل کام

نہیں... جب اس کے لیے یہ کام مشکل نہیں تو وہ اندر کچھ بھی کر سکتا ہے...“

”لیکن کیسے...“ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”آئیے میں دکھاتا ہوں۔“

وہ باہر آ گئے... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے اکرام سے کہا:

”اکرام تم گیٹ سے باہر جا کر دیوار کے اوپر چڑھو اور اندر کی طرف

اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ ہاں! یہ غلطی مجھ سے واقعی ہوئی تھی۔“ وہ چونکا۔

”تب پھر دوسری بار یہ غلطی آپ سے کیسے ہو گئی۔“

”میں بھول گیا تھا کہا انسپکٹر صاحب نے خون جوں کا توں رہنے

دینے کے لیے کہا تھا...“

”اچھا خیر... کوئی بات نہیں... آپ کا نام۔“

”جی میرا نام ریاض شاہ ہے۔“

”رہتے کہاں ہیں۔“

”یہیں... کوٹھی کے پچھلے حصے میں کوارٹرز میں۔“

”اچھی بات ہے... آئندہ کوئی ایسا معاملہ پیش آئے تو ہر چیز جوں کی

توں رہنے دیں۔ جب تک کہ پولیس صاف کرنے کی اجازت نہ دے۔“

”جی اچھا۔“ اس نے فوراً کہا۔

”اب ہمیں پوری کوٹھی دکھائیں... ہم جاننا چاہتے ہیں کہ مجرم کس

طرح اندر داخل ہوتا ہے۔“

”یہ کسی مجرم و جرم کا کام نہیں صاحب جی۔“ وہ بول اٹھا۔

”کیا مطلب... تو پھر یہ کیا ہے؟“ انسپکٹر جمشید چونکے۔

”یہ تو کوئی اس گھر پر جادو کروا رہا ہے۔“

”اوہ! تو یہ خیال ہے آپ کا... اور راؤ صاحب کا کیا خیال ہے۔“

”راؤ صاحب کا بھی کچھ ایسا ہی خیال ہے۔“

”تب پھر انہوں نے پولیس کو کیوں بلایا... ہمیں کیوں یہاں آنے

کی دعوت دی۔“

وہ مارا

فاروق نے بہت نیچے تلے انداز میں رابن پر حملہ کیا تھا... ان کے اس قسم کے حملوں سے دشمن بچ نہیں پاتا تھا... لیکن محمود اور فرزانہ کی سٹی اس وقت گم ہو گئی، جب انہوں نے فاروق کا سردیوار سے ٹکراتے دیکھا... سر ٹکرانے کی آواز بھی سنائی دی... اور ساتھ ہی فاروق کے منہ سے چیخ بھی نکلی تھی۔

”چلو بھئی... تمہارا یہ سورا تو حملہ کرنے کے قابل نہیں رہ گیا... بہت بڑھ کر باتیں بنا رہا تھا... اب تم بتاؤ... تم کیا کہتے ہو۔“ یہ کہتے ہوئے وہ ہنسا بھی۔

”کہنا کیا ہے... اب میری باری ہے... اور پھر فرزانہ کی... میدان چھوڑ کر بھاگنے والوں میں سے ہم نہیں۔“ محمود نے پرسکون ہوتے ہوئے کہا... اس قسم کے حالات کے وہ عادی تھے... لہذا گھبرائے نہیں تھے۔

”آؤ آؤ... تمہیں تمہارے بھائی کے ساتھ لٹا دوں۔“

اب محمود آگے بڑھا... ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی:

”سنجیل کر محمود... یہ شخص کوئی عام شخص نہیں ہے۔“

”ٹکر نہ کرو فرزانہ۔“

چھلانگ لگا دو۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ چار دیواری میں داخل ہونا کچھ مشکل نہیں ہے۔“

”بہت بہتر سر۔“ یہ کہہ کر اکرام نے باہر کی طرف قدم اٹھا دیے... گیٹ سے نکل کر وہ چار دیواری کی طرف آیا... وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا کہ کس جگہ سے دیوار پر چڑھا جاسکتا ہے... اس قسم کے کاموں کا اکرام یوں بھی ماہر تھا... لہذا ایک منٹ بعد ہی وہ دیوار پر نظر آیا۔

”بہت خوب اکرام... اب نیچے چھلانگ لگا دو۔“

اکرام نے کوئی جواب نہ دیا... وہ جوں کا توں کھڑا رہا۔

”اکرام... کیا... بات ہے۔“

”سس... سر... سر۔“ وہ ہکلا یا۔

”کیا ہوا بھئی؟“

”یہاں دیوار پر...“ وہ بولا

”کیا ہے دیوار پر...“

عین اس وقت اس کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی۔

☆☆☆☆☆

”ایک گھڑی۔“

”کیا کہا... ایک گھڑی... بس ایک گھڑی کے لیے اس قدر پریشان ہو رہے ہو... یہ لو میں اپنی گھڑی دے دیتی ہوں۔“

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی رابن نے اس پر چلا ٹنگ لگا دی... وہ پوری طرح ہوشیار تھی... ذرا سی ترجمہ ہو گئی... رابن اپنی جھونک میں دیوار کی طرف گیا۔ تاہم دیوار سے ٹکرایا نہیں... اس نے اپنے ہاتھ آگے کر دیے تھے۔

”یہ... یہ کیا ہوا؟“ مارے حیرت کے اس کے منہ سے نکلا۔

”کیا ہوا؟“ فرزانہ ہنسی۔

”آج تک ایسا نہیں ہوا۔“

”لیکن کیسا۔“

اس نے کوئی جواب نہ دیا... ایک بار پھر اچھلا اور تیر کی طرح اس کی طرف آیا... اس مرتبہ بھی فرزانہ نے اس کے وار سے بچنے کی پوری کوشش کی تھی، لیکن بچ نہ سکی... اس کی لپیٹ میں آ گئی... لپیٹ میں کیا آئی کہ بری طرح چکرائی اور پھر دھڑام سے فرش پر گری... ساتھ ہی رابن کے پاؤں کی ٹھوک اس کے سر پر لگی... فرزانہ کی چیخ نے بیگم جمشید کا دل ہلا کر رکھ دیا... بکس وہ پہلے ہی چھپا چکی تھیں اور باورچی خانے سے اس لڑائی کا منظر دیکھ رہی تھیں... باورچی خانے کا دروازہ انہوں نے پہلے ہی سے بند کر رکھا تھا... جونہی فرزانہ گری... وہ میز پر چڑھنے لگیں... یہ میز ہی یہاں مستقل طور پر لگی رہتی تھی اور روشن دار تک جاتی تھی... بیگم جمشید کے ہاتھ میں پائپ تھا... پائپ میں کھولتا ہوا پانی تھا۔ روشن دار تک پہنچ کر انہوں نے نیچے نظر دوڑائی... رابن

”واہ! بہت جلد میرے بارے میں جان گئے۔“

محمود اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ شخص انہیں غصہ دلانے کے چکر میں ہے... تاکہ جلد از جلد ان پر قابو پا سکے اور بکس حاصل کر سکے... اس نے ماہرانہ انداز میں اس پر حملہ کیا... پہلے اس کی طرف دوڑا، پھر خود کو بریک لگایا اور اس کی طرف اپنی دائیں ٹانگ گھمادی یہ کرائے کا ایک وار تھا اور وہ اس وار کا بہت ماہر تھا... لیکن دوسرے ہی لمحے وہ حیران رہ گیا... رابن بلا کی تیزی سے فرش سے جا لگا تھا اور اسی حالت میں ایک ہاتھ پر تک کر اس نے اپنے جسم کو پوری قوت سے گھمایا تھا... نتیجہ یہ کہ اس کی دونوں ٹانگیں محمود کی کمر سے ٹکرائیں... وہ بری طرح اچھلا اور منہ کے بل گرا۔ فرزانہ نے اسے بھی ساکت ہوتے دیکھا...

”رہ گئی میں... میں بھی دل کی بھڑاس نکالوں گی... اور تمہیں راستہ بتاؤں گی۔“ فرزانہ نے منہ بنایا۔

”بکس تک پہنچنے کا راستہ بتانا۔“ وہ ہنسا۔

”بکس تو خیر اب تمہارے ہاتھ نہیں لگے گا... ویسے اس میں ہے کیا کہ تم اس قدر بے چین ہو، جب تم وہ بکس واسطی صاحب کو دے ہی چکے ہو تو اس کے لیے پریشانی کیسی۔“

”یہ باتیں تمہارے سمجھنے کی نہیں۔“ وہ سرد آواز میں بولے۔

”اور ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم ایسی ہی باتوں کے سمجھنے کی فکر میں رہتے ہیں۔“

”دبے ہو جاؤ گے فکر کے مارے۔“

”پہلے ہی کون سے موٹے ہیں... ہاں تو اس بکس میں کیا ہے۔“

تھا... یہ دیکھتے ہی وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا... اس نے فرزانہ کو جھنجھوڑا... ادھر محمود کی آنکھ کھل گئی... صورت حال معلوم ہوتے ہی محمود نے اکرام کے نمبر ملائے... دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی... لیکن اکرام نے فون نہ سنا... اب اس نے اپنے والد کا نمبر ڈائل کیا... انہوں نے بھی فون نہ سنا... آخر اس نے حوالدار محمد حسین کا نمبر ڈائل کیا... فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی... محمود نے جلدی جلدی صورت حال بتائی اور گھر پہنچنے کے لیے کہا۔

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑا... فرزانہ بھی ہوش میں آ چکی تھی:

”امی جان... رسی۔“ محمود چلایا۔

بیگم جمشید نے باورچی خانے کی طرف دوڑ لگا دی... لیکن پھر منہ کے بل دھڑام سے گری... وہ حیرت زدہ رہ گئے... کیونکہ عین اس وقت انہوں نے راہن کو حرکت میں آتے دیکھا تھا... اس نے فوراً اپنی ایک ٹانگ آگے کی تھی... ان کی والدہ اسی میں الجھ کر گریں تھیں۔

”بس! اب تم ہاتھ اوپر اٹھا دو... اور بیگم جمشید... تم سے مین کھولتے پانی کا بدلہ ضرور لوں گا... تمہارا چہرہ بھی کھولتے پانی سے جھلس کر یہاں سے رخصت ہوں گا اور بکس بھی لے جاؤں گا...“

انہوں نے دیکھا... اس کے ہاتھ میں ایک بہت خوفناک سا پستول تھا...

”اور میرے نشانے کے بارے میں کسی خوش فہمی میں نہ رہنا... کسی مکھی کی طرف اشارہ کرو تو اس کو بھی نشانہ بنا سکتا ہوں۔“

”ہمیں افسوس ہے... ہمارے گھر میں مکھی نہیں ہے۔“ فاروق

ہاتھ جھاڑ رہا تھا... ساتھ ہی وہ باورچی خانے کے دروازے کی طرف مڑا اور بولا:

”اور بیگم جمشید... آپ کہاں ہیں اس وقت... کیا باورچی خانے میں ہیں... آپ خود ہی دروازہ کھول دیں... اور وہ بکس مجھے دے دیں... کیونکہ میں عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتا...“

بیگم جمشید نے کوئی جواب نہ دیا... پاپ میں لگا ہٹن دبا دیا... فوراً کھولتے پانی کی موٹی دھار راہن پر گری... اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی... اس سے پہلے کہ وہ ادھر ادھر ہوتا... کھولتا پانی اس کا چہرہ بری طرح جھلس چکا تھا... پھر وہ بری طرح چکر ایا اور دھڑام سے گرا... اس کے بعد بھی کچھ دیر وہ اس پر پانی برساتی رہیں۔ پھر پانی بند کر کے نیچے اتریں اور باورچی خانے کا دروازہ کھول دیا... دوڑ کر ان تینوں کے پاس آئیں... انہیں ہلایا جلایا اور بولیں:

”محمود... فاروق... فرزانہ ہوشیار ہو جاؤ... میں نے اسے گرا لیا ہے... شاباش... جلدی کرو... کہیں یہ ہوش میں نہ آجائے۔“

یہ کہنے کے ساتھ وہ انہیں ہلانے جلانے لگیں... آخر فاروق نے آنکھیں کھول دیں۔

”کیا ہوا امی جان... کیا وہ چلا گیا... بکس لے گیا۔“

”نہیں... میں اسے بے ہوش کرنے میں کامیاب ہو چکی ہوں... اس وقت ضرورت ہے تمہارے ہوش میں آنے کی۔“

یہ کہہ کر وہ محمود کو ہلانے لگیں... فاروق کو اپنے انجر بنجر پہلے محسوس ہوئے... تاہم اس نے گھوم کر ایک نظر راہن پر ڈالی... وہ بے ہوش پڑا

”ہاں شاید... اس کے امکانات ہیں...“

اس وقت تک بیگم جمشید باورچی خانے کی طرف بڑھ چکی تھیں۔
راہن فوراً باورچی خانے کی دیوار سے آگے... ایسا اس نے اس لیے کیا کہ وہ پھر
کھولتے پانی کی بارش نہ کر دیں...

جلد ہی بیگم جمشید بکس ہاتھ میں لیے باہر آ گئیں... انہوں نے
وہ اس کی طرف اچھال دیا اور براسامہ بناتے ہوئے بولیں:

”یہ لو... اپنا بکس اور چلتے پھرتے نظر آؤ...“

”یہ کیا کر رہی ہیں امی جان... بکس بھی دے دیا اور جانے کے
لیے بھی کہہ دیا... اباجان کے آنے کا وقت ہو گیا ہے... کسی بھی لمحے وہ آیا ہی
چاہتے ہیں... بہتر ہوگا... یہ حضرت ان سے بھی دو دو ہاتھ کر لیں۔“

”ان سے دو دو ہاتھ ادھار رہا... اور تمہاری امی صاحبہ کا چہرہ جھلنا
بھی ادھار رہا۔“ اس نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا... پستول کا
رخ بدستور ان کی طرف تھا۔

”معلوم ہوتا ہے... آپ ادھار کرنے کے بہت عادی ہیں۔“
فاروق نے جل بھن کر کہا۔

وہ ہنس دیا اور باہر نکلنے سے پہلے اس نے الوداعی انداز میں ہاتھ
ہلا دیا... پھر جونہی وہ باہر نکلا... بیگم جمشید نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی
اور اس کو اندر سے بند کر دیا... ساتھ ہی وہ بولیں:

”وہ مارا؟“

ایسے میں محمود کے فون کی گھنٹی بجی:

☆☆☆☆☆

اداس انداز میں مسکرایا۔

”اس بات کی خوشی ہے کہ تم اس حالت میں بھی مسکرا سکتے ہو۔“

”مسکراتو خیر ہم ہر حال میں سکتے ہیں۔“ محمود کی آواز لہرائی۔

”ابھی تمہیں اپنے اوپر بھی مسکراتا پڑے گا... بکس کہاں ہے؟“

”کون سا بکس؟“ تینوں ایک ساتھ بولے۔

”خوب خوب! اب میں فائر کرنے لگا... پھر نہ کہنا خبر نہیں

ہوئی...“

”ٹھہرو! میں بکس لاتی ہوں۔“ ایسے میں بیگم جمشید کی آواز سنائی

دی۔

”نہیں امی جان! آپ بکس نہیں دیں گی۔“

”لیکن... ہمیں تو یہ تک معلوم نہیں کہ بکس میں کیا ہے... نہ اس کی

کسی قومی یا ملکی اہمیت کے بارے میں ہمیں معلوم ہے... پھر ہم کیوں اس کی

خاطر جانیں دیں... بیگم جمشید نے تیز آواز میں کہا۔

”بھئی واہ... تم سے تو تمہاری والدہ عقل مند نکلیں، جلدی کریں...

بکس لے آئیں... ورنہ میں انہیں بھون کر رکھ دوں گا۔“

”کک... کہاں رکھ دیں گے۔“ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

”تم پاگل تو نہیں ہو۔“ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”جی نہیں... ہمارے یہ بھائی پاگل نہیں ہیں... البتہ دوسروں کو

پاگل کر دینے کے ماہر ضرور ہیں...“

”لیکن افسوس! یہ مجھے پاگل نہیں کر سکے گا۔“

”پہلی ملاقات ہے... ابھی ہماری اور ملاقاتیں باقی ہیں۔“

پھر ادھر چھلانگ لگا دو۔“

”جی اچھا۔“ اس نے کہا۔۔۔ پھر ماتحتوں کو فون کرنے کے بعد اس نے چھلانگ لگائی۔

”راؤ صاحب... آپ کسی دروازے کو تالا لگا دیں... میرے یہ ماتحت اپنے چابی سے دروازہ کھول کر دکھادیں گے...“

”اچھی بات ہے۔“ راؤ صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

پھر انہوں نے ایک دروازے کو تالا لگا دیا... اکرام نے ایک منٹ سے بھی کم وقت میں ماسٹر کی سے تالا کھول ڈالا... اور... کے منہ سے نکلا۔

”اسی...“ پھر اندازہ لگالیں کہ آپ کی کونسی کے اندر داخل ہونا کسی ماہر جرائم پیشہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔“

”لیکن جناب... سوال تو یہ ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔“

”یہ ہم فی الحال کیسے بتا سکتے ہیں... ابھی تو ہم نے اس کیس پر کام شروع کیا ہے... لیکن آپ فکر نہ کریں... آج نہیں تو کل ہم اس راز سے پردہ اٹھانے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ کیا چکر ہے... اکرام تم کام مکمل کر کے آ جانا... پھر ہمیں وہاں بھی جانا ہے... اس دوران میں گھر کا چکر لگا لوں، نہ جاننے وہاں کیا معاملہ ہے۔“

”تو آپ انہیں فون کر لیں نا۔“

”ٹھیک ہے... میں کرتا ہوں... تم جو نیکی یہاں سے فارغ ہو...“

”میں فون کرتا...“

”تو پھان...“

گھڑی

اکرام نے جلدی سے موبائل نکالا... پھر بول اٹھا:

”سر... محمود کا فون ہے۔“

”فون بند کر دو... پہلے ہمیں اس معاملے کو لینا ہے، دیوار پر کیا ہے۔“

”خون... بالکل تازہ خون۔“

”اوہو اچھا... کمال ہے... یہاں تازہ خون کہاں سے آ گیا... خیر یہ بھی اچھا ہوا... اب ہم خون کو چیک تو کر سکیں گے...“

ادھر موبائل کی گھنٹی بدستور بج رہی تھی:

”ہائیں! اکرام... تم نے فون بند نہیں کیا؟“

”سر... میرا خیال ہے، فون سنالیا جائے۔“

”نہیں... بند کر دو۔“

اکرام نے پریشانی کے عالم میں فون بند کر دیا... اور

”اب اپنے ماتحتوں کو بلاؤ... اس خون کا تجربہ کرایا جائے گا... اور

مکرائے۔

”لیکن ابا جان! جوئی وہ بکس میں دوسری گھڑی دیکھے گا... فوراً
ادھر کا رخ کرے گا۔“

”ہاں! واقعی... لیکن میں اس گھڑی کو ایک نظر دیکھنا پسند کروں گا...
چلو باورچی خانے میں چل کر دیکھ لیتے ہیں... وہ بھی دروازہ بند کر کے۔“

”جی ہاں! یہ ٹھیک رہے گا... وہ بہت خطرناک ہے۔“

”راہن... اس نام کے کسی مجرم کا نام سننے میں تو نہیں آیا۔“

”ہو سکتا ہے... یہ اس کا فرضی نام ہو۔“

”ہاں! اس بات کا امکان ہے۔“

”یہ رہی وہ گھڑی جو اس بکس میں تھی... بیگم جمشید نے نہ جانے کہاں
سے گھڑی نکال کر ایک دم ان کے سامنے کر دی۔“

”ارے... یہ کیا... انسپکٹر جمشید بری طرح اچھلے۔“

”کک... کیا ہوا ابا جان...“ وہ بوکھلا اٹھے... بیگم جمشید بھی حیرت
زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگیں...

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا... غیر ارادی طور پر ان کا
ہاتھ جیب میں رہ گیا... ہاتھ باہر آیا تو اس میں ایک گھڑی تھی... اس مرتبہ
اچھل پڑنے کی باری ان کی تھی... ان کی آنکھیں پھلتی چلی گئیں۔

”یہ... یہ آپ کو کہاں سے ملی... یہ تو بالکل ایسی ہی ہے۔“

”ہاں! یہ بالکل ایسی ہے... لیکن۔“

”لیکن کیا۔“

”بیگم... یہ مجھے دو۔“

انسپکٹر جمشید وہاں سے باہر نکل آئے۔ گاڑی میں بیٹھ کر پہلے
انہوں نے محمود کے نمبر ملائے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی محمود کی آواز آئی:

”ابا جان! ہم شدید خطرے میں ہیں... آپ فوراً ادھر آ جائیں۔“

”اچھی بات ہے... آرہا ہوں۔“ انہوں نے پرسکون آواز میں کہا

اور گاڑی پوری رفتار پر چھوڑ دی... چند منٹ بعد ہی وہ اپنے گھر کے سامنے پہنچ
کر گاڑی سے اتر رہے تھے۔ جونہی انہوں نے گھنٹی بجائی... اندر سے محمود کی

آواز سنائی دی۔

”ابا جان! یہ آپ ہی ہیں نا۔“

”ہاں... بے فکر ہو کر کھول دو۔“

دروازہ کھلتے ہی وہ اندر داخل ہو گئے اور ساتھ ہی محمود نے

دروازہ بند کر لیا۔

”اوہو... معلوم ہوتا ہے... یہاں باقاعدہ جنگ ہوئی ہے۔“

”جی ہاں! ہولناک جنگ... لیکن الحمد للہ پلڑا ہمارا ہی بھاری رہا

ہے... اس لیے وہ اس بکس میں اصل گھڑی نہیں لے گیا...“

”کک... کیا کہا... گھڑی... کیسی گھڑی...“ مارے حیرت

کے انسپکٹر جمشید کا منہ کھل گیا... محمود نے جلدی جلدی ساری تفصیل انہیں سنائی۔

”اوہ تو پھر... بیگم تم نے اس بکس میں کیا چیز اسے رکھ کر دے دی۔“

”ایک پرانی اور بیکار گھڑی۔“

”خوب خوب... اور وہ گھڑی کہاں ہے۔“

”کیا میں وہ نکال کر لے آؤں۔“ انہوں نے گہرا کر کہا۔

”میرے خیال میں تو اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔“ انسپکٹر جمشید

انہوں نے گھڑی ان کی طرف بڑھا دی... عین اس لمحے ان کے دروازے پر خوف ناک انداز میں دستک ہوئی... وہ بھی زور سے اچھلے۔

”یہ ضرور وہی ہے...“

”اوہ... آؤ... دیکھا جائے گا۔“

یہ کہتے ہی انسپکٹر جمشید باہر نکل آئے۔ انہوں نے ایک گھڑی صحن میں رکھی میز پر رکھ دی... اور پھر دروازہ کھول دیا... رابن آندھی اور طوفان کی طرح اندر داخل ہوا اور منہ کے بل گرا۔ انسپکٹر جمشید نے اپنی ٹانگ آگے کر دی تھی...

دوسرے ہی لمحے رابن اٹھ کھڑا ہوا... ساتھ ہی اس کی نظر میز پر رکھی گھڑی پر پڑی... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... گھڑی اٹھائی اور دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی... انسپکٹر جمشید نے بھی اس کی طرف چھلانگ لگا دی... لیکن یہ چھلانگ انہوں نے جان بوجھ کر ذرا دیر سے لگائی تھی... تاکہ وہ باہر نکل جائے... کیونکہ وہ ایک بار پھر اصل گھڑی کی بجائے اس جیسی دوسری گھڑی لے جا رہا تھا... اور فی الحال وہ اس سے بھڑنا نہیں چاہتے تھے... تاہم وہ اسے دکھانے کے لیے گھر سے باہر بھی نکلے... اس وقت وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو چکا تھا... وہ مسکرائے اور اندر آ کر دروازہ بند کر لیا... دوسرے ہی لمحے وہ پروفیسر داؤد کے نمبر ڈائل کر رہے تھے... ان کی آواز سنتے ہی بولے:

”پروفیسر صاحب... آپ ذرا جلدی سے یہاں آجائیں... ہم ایک گھڑی چیک کروانا چاہتے ہیں... لہذا اس قسم کے آلات بھی ساتھ لے آئیں۔“

”فکر نہ کرو جمشید... رہا ہوں... کیا خالین رحمان کو بھی ساتھ

لاؤں۔“ انہوں نے ہنس کر کہا۔

”اس طرح آپ کو یہاں تک آنے میں دیر لگے گی... میں انہیں بھی فون کر دیتا ہوں۔“

”یہ ٹھیک رہے گا... میں نکل رہا ہوں... تم فون کرو۔“

اب انہوں نے خان رحمان کے نمبر ملائے:

”السلام علیکم خان رحمان... پروفیسر صاحب ایک ضروری کام کے سلسلے میں ہماری طرف چل پڑے ہیں... کیا خیال ہے... تم بھی آنا پسند کرو گے۔“

”کیوں نہیں... یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔“

”تو پھر آ جاؤ۔“

اب انہوں نے خفیہ فورس کے انچارج کے نمبر ملائے... اس سے بولے:

”السلام علیکم نمبر 1... ہم اپنے گھر میں ہیں اور خطرے کا زبردست امکان ہے۔“

”بہت بہتر سر۔ آپ فکر نہ کریں۔“

انہوں نے فون بند کر دیا... جلد ہی دروازے پر دستک ہوئی:

”فاروق چھت پر چلے جاؤ... پہلے اوپر سے دیکھ کر اطمینان کر لو...“

نیچے پروفیسر داؤد وہی ہیں نا... اور ان کے آس پاس کوئی اور تو نہیں ہے۔“

”جی اچھا۔“ فاروق نے اوپر کی طرف دوڑ لگا دی... انسپکٹر جمشید

دروازے پر پہنچے اور بولے:

”یہ آپ ہی ہیں نا۔“

گل دستہ

”یہ گھڑی نہیں جمشید... ایک آلہ ہے... اس کے ذریعے اس کے آس پاس ہونے والی بات چیت کہیں دور سنی جاسکتی ہے... گویا یہ جاسوسی بہترین آلہ ہے... کہنے کو یہ گھڑی ہے... اب اگر یہ گھڑی تجھے کے طور پر کسی کو دے دی جائے اور وہ اسے ہاتھ پر باندھ لے تو اس کی تمام دن رات کی گفتگو وہ لوگ سن سکیں گے...“

”اوہ... اوہ...“ ان کے منہ سے نکلا۔

”اس کا مطلب ہے... راہن یہ گھڑی واسطی صاحب کو اس لیے دینے والا تھا کہ ان کی گفتگو سن سارے... اٹکرو واسطی ایک بڑے سرکاری ایفیر ہیں اور بہت ذمے دار جگہ پر ہیں... لہذا ان کی جاسوسی کر کے دشمن بہت کچھ فائدے اٹھا سکتا ہے... اسی طرح کی ایک گھڑی سر جاوید کے پاس تھی... یا اب بھی ہے... اوہ... اوہ... اوہ... ہم نے ان سے یہ نہیں پوچھا... گھڑی انہوں نے کہاں سے حاصل کی تھی... ایک منٹ پہلے میں انہیں فون کر لوں...“

”پروفیسر صاحب! کیا آپ آلے کو آف کر چکے ہیں۔“
”حد ہو گئی جمشید! کیا تم مجھے اتنا پاگل سمجھتے ہو کہ بات چیت شروع

”ہاں جمشید... دروازہ کھول دو۔“

دروازہ کھولنے سے پہلے انہوں نے فاروق کی طرف سے اشارہ ملنے کا انتظار کیا... اسی وقت اس کی آواز لہرائی:

”ابا جان! دروازہ کھول لیں... میں پوزیشن سنجال چکا ہوں۔“

”بہت خوب فاروق۔“

انسپیکٹر جمشید نے جونہی دروازہ کھولا، پروفیسر داؤد اندر آ گئے۔
”فاروق ابھی اوپر ہی ٹھہرنا... تمہارے انکل خان رحمان بھی آتے

ہی ہوں گے۔“

”جی اچھا۔“

اور پھر خان رحمان بھی پہنچ گئے... ان کے لیے بھی دروازہ

کھول دیا گیا:

”فاروق! کیا باہر خفیہ فورس کے کارکن نظر آئے ہیں۔“

”جی... جی ہاں!“

”بس تو پھر تم نیچے آ جاؤ۔“

پھر سب صحن کی میز کے گرد بیٹھ گئے... انسپیکٹر جمشید نے گھڑی میز پر رکھ دی... پروفیسر داؤد نے جونہی ایک آلہ اس سے چھوا... وہ بہت زور سے اچھلے...

ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں...

☆☆☆☆☆

”میں عرض کرتا ہوں... وہ گھڑی سراغ رسانی کا ایک خوفناک آلہ ہے...“

”کیا... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“
 ”میں نے غلط نہیں کہا... آپ ہوشیار رہیں... اگر وہ گھڑی آپ کے پاس ہے تو فوراً بتا دیں۔ میں پروفیسر داؤد صاحب کے ساتھ اسی وقت آپ کے ہاں آجاتا ہوں... وہ آپ کے سامنے گھڑی کو چیک کریں گے۔“
 ”جی نہیں! میرے پاس اب وہ گھڑی نہیں ہے۔“
 ”اچھی بات ہے... شکریہ۔“

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... اب انہوں نے انگلو واسطی کو فون کیا... ان کی آواز سن کر وہ بولے:

”اسطی صاحب! ہوشیار... راہن غیر ملکی جاسوس ہے... اس گھڑی کے ذریعے وہ آپ کی جاسوسی کرنا چاہتا تھا... اس نے آپ کو اور کیا چیزیں دیں ہیں بھلا۔“

”اسی قسم کی چھوٹی موٹی چیزیں... لیکن میرا خیال... وہ ایسا شخص نہیں ہے...“

”میرا خیال ہے... ہمیں آپ کے گھر کا اچھی طرح جائزہ لینے ہو گا... تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس نے کہیں کوئی ایسی خطرناک چیز تو نہیں چھپائی... جس کے ذریعے وہ آپ کے گھر میں ہونے والی ساری بات چیت سن سکے۔“
 ”نہیں... ایسی کوئی بات نہیں۔“ وہ بولے۔

”اس کی ضرورت ہے... ہم آ رہے ہیں۔“
 ”آپ کی مرضی... تشریف لے آئیں۔“ انہوں نے ناگواری کے

کرنے سے پہلے اور خود اس کے بارے میں بتانے سے پہلے اسے آف بھی نہ کرتا۔“

”فکر نہ کریں... میں آپ کو قطعاً پاگل نہیں سمجھتا۔“ وہ مسکرائے۔
 ”ہاں! تم کیا کہہ رہے تھے؟“

”میں نے سر جاوید سے یہ نہیں پوچھا کہ انہیں گھڑی کس طرح ملی تھی... ایک منٹ پہلے میں فون پر ان سے یہ بات پوچھ لوں... اور اگر ان کی طرف بھی راہن نے ہی یہ چکر چلایا ہو تو تو معاملہ حد درجہ خوف ناک ہو جائے گا... کیونکہ اس نے تو نہ جانے اور کتنے لوگوں کو ایسی گھڑیاں دی ہوں گی۔“
 ”میرا خیال ہے... بالکل یہی بات ہے جمشید۔“

انہوں نے سر ہلا دیا اور گئے فون کرنے... سلسلہ ملتے ہی انسپٹر جمشید بولے:

”السلام علیکم سر جاوید صاحب... انسپٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔“
 ”ہاں جناب! کیا بات ہے؟“

”آپ کی جو گھڑی چوری ہوئی تھی...“
 ”اوہ... آخر آپ اس گھڑی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں... میں بتا

چکا ہوں کہ وہ ایک بار پھر چرائی گئی ہے۔“
 ”یہ بات میں آپ سے سن چکا ہوں... میں تو صرف یہ پوچھنا چاہتا

ہوں کہ آپ نے وہ گھڑی کہاں سے لی تھی... کہیں خریدی تھی یا پھر آپ کو کسی نے تحفے میں دی تھی... اگر تحفے میں ملی تھی تو تحفہ دینے والے کا نام اور پتا بتا

دیں۔“
 ”آپ کو ہو کیا گیا ہے۔“ وہ چلا اٹھے۔

”جو تحفہ اس نے آپ کو دیا تھا... یعنی سرخ ڈبا... جھلا اس میں کیا تھا۔“

”ابھی میں اسے کھول کر نہیں دیکھ سکا تھا... کہ وہ غائب ہو گیا۔“

”ایسا میری بچی نے کیا تھا۔“

”کیا!!!“ وہ چلائے۔

”ہاں! آپ کی بیٹی کو رابن بہت عجیب لگا تھا... اس کا ذکر انہوں نے میری بیٹی فرزانہ سے کیا... یہ تینوں یہاں آ گئے... انہوں نے ڈرائنگ روم کے ساتھ والے کمرے میں آپ کی اور ان کی بات چیت سنی۔ پھر اس نے آپ کو وہ ڈبا دیا... آپ اس کے کاغذات لینے چلے گئے... وہ ہاتھ روم میں چلا گیا... عین اس وقت فرزانہ نے وہ ڈبا اڑا لیا۔“

”کیا!!!“ تو... رابن کا خیال درست تھا... اس نے کہا تھا... ڈبا اس لوکی نے چرایا ہے، لیکن مجھے یقین نہیں آیا تھا... میں نے اس کی بات سننے سے انکار کر دیا تھا... لیکن اب جو آپ مجھے یہ بات بتا رہے ہیں... انہیں تو گرفتار کرانا ہوگا۔“ واسطی صاحب جلدی جلدی کہتے چلے گئے۔

”جی نہیں... یہ تو شاباش کے حق دار ہیں... آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ڈبے میں کیا تھا... میں آپ کو بتاتا ہوں... پہلے آپ یہ بتائیں... اس نے کن کاغذات پر آپ کے دستخط کرائے ہیں۔“

”وہ ایک چھوٹا سا ٹھیکا ہے... ایک پل بنا ہے... اس کے ٹھیکے کے لیے اخبارات میں اشتہار دیا تھا... رابن نے بھی درخواست دی تھی۔“

”اور آپ نے ٹھیکا اسے دے دیا۔“

”میں نے ٹھیکے کے قانون کے مطابق اسے ٹھیکا دیا ہے... قانون یہ

انداز میں کہا۔

”آئیے چلیں...“

ایسے میں فون کی گھنٹی... انہوں نے دیکھا، فون اکرام کا تھا...

وہ کہہ رہا تھا:

”سروہ خون مرنے ثابت ہوا ہے۔“

”ہوں ٹھیک ہے... میں اس وقت انگہ واسطی کے ہاں جا رہا ہوں... تم بھی وہیں آ جاؤ... پھر ہم وہاں سے اپنے پروگرام کے مطابق دوسری جگہ چلیں گے۔“

”بہت بہتر! اکرام نے کہا اور انہوں نے فون بند کر دیا۔

وہ انگہ واسطی کے ہاں پہنچے۔ انہوں نے برا سامنہ بناتے

ہوئے ان کا استقبال کیا:

”آپ بلا وجہ اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرتے پھر رہے ہیں...

وہ ایک بے ضرر آدمی ہے۔“

”بے ضرر آدمی دوسروں کے گھروں پر حملہ نہیں کرتے۔“ انسپٹر جمشید

نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”اور رابن نے کس کے گھر پر حملہ کیا؟“ واسطی صاحب نے طنزیہ

لہجے میں کہا۔

”میرے گھر پر... اس لڑائی میں میرے تینوں بچے اور میری بیلم زخمی

ہوئے... خود رابن نے بھی چوٹ کھائی... آپ کو معلوم ہے... وہ ہمارے گھر

کیوں آیا تھا۔“

”کیوں آیا تھا۔“ مارے حیرت کے واسطی صاحب کے منہ سے نکلا۔

شخص تک پہنچے گی جس نے وہ گھڑی دی ہے... کیونکہ اس آلے کا بقیہ حصہ اس کے پاس ہے۔“

”نن... نہیں۔“ وہ لرز اٹھے۔

”اب آپ کیا کہتے ہیں... آپ میری بات سنیں گے یا نہیں۔“

”اُف مالک! کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔“

”میرے ساتھ پروفیسر داؤد موجود ہیں، انہوں نے اپنے آلات

کے ذریعے یہ بات معلوم کی ہے...“

”اوہ... نن نہیں... نہیں۔“

”اب ہم آپ کے گھر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔“

وہ کچھ نہ بولے تو انہوں نے پھر کہا:

”آپ کی طرف سے اجازت ہے؟“

”ٹھیک ہے... آپ تلاشی لے لیں...“

انہوں نے اپنا کام شروع کیا... پروفیسر داؤد آلات کے

ذریعے گھر کی چیزوں کو چیک کرنے لگے... اور وہ اپنے طریقے کے مطابق

چیک کرنے لگے... پھر ڈرائنگ روم کی باری آئی:

”اوہ! اکرام... یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“

”جی... کیا دیکھ رہے ہیں۔“

”اس آتش دان کو دیکھو...“

اکرام کی نظریں اس طرف گھوم گئیں... انہوں نے دیکھا...

آتش دان پر ایک گول دان رکھا تھا... اس میں پھولوا، کا ایک، کا ایک تھا...

انہوں نے چہلایا سسٹری بیٹھ۔

ہے کہ جو سب سے زیادہ رقم ادا کرے... ٹھیکہ اسے دے دیا جائے۔“

”تب پھر کاغذات گھرانے کی کیا ضرورت تھی...“

”کاغذات پر دستخط تو دفتر ہی میں کیے تھے... اس نے فون کیا کہ وہ

شام کو گھر آئے گا... وہیں کاغذات لے لے گا... آپ گھر لیتے آئیے گا... اس

میں بھلا کیا غیر قانونی بات ہوگئی۔“

”اس میں غیر قانونی بات یہ ہوگئی ہے کہ آپ نے ایک عدد گھڑی

وصول کی ہے۔“

”وہ گھڑی اس نے تحفے میں دی ہے۔“ واسطی صاحب کا لہجہ تیز ہو

گیا۔

”ایسا تحفہ شریعت میں رشوت ہے۔“ انسپٹر جمشید نے سرد آواز میں

کہا۔

انگرو واسطی کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا... پھر انہوں

نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا:

”آپ جانتے ہیں، کس سے بات کر رہے ہیں۔“

”انگرو واسطی صاحب سے... جو ایک بڑے سرکاری افسر ہیں...“

اور آپ کو بھی معلوم ہونا چاہیے، آپ انسپٹر جمشید سے بات کر رہے ہیں۔“

”آپ جاسکتے ہیں۔“ وہ چیخے۔

”ابھی بات مکمل نہیں ہوئی۔“

”میں آپ کی کوئی بات سننا نہیں چاہتا۔“

”آپ سنیں گے... وہ گھڑی جو اس ڈبے میں تھی... سراغ رسانی کا

ایک آلہ ہے جو شخص وہ گھڑی کلائی پر باندھے گا... اس کی پوری بات چیت اس

جی اچھا

”پروفیسر صاحب! اب آپ ذرا اس گلدستے کو بھی چیک کر لیں۔“
 ”اچھی بات ہے جمشید۔“ انھوں نے کہا۔
 پھر وہ اس گلدستے کے پاس چلے گئے... انھوں نے اپنے
 آلات کے ذریعے گل دستے کو چیک کرنا شروع کیا... اچانک وہ اچھلے...
 ”جمشید! اس میں خفیہ کیمرہ موجود ہے۔ ساتھ ہی یہ آلہ آوازیں بھی
 ریکارڈ کرتا ہے۔“
 ”سنا آپ نے...“ انسپکٹر جمشید واسطی صاحب کی طرف مڑے...
 پھر انہوں نے پروفیسر صاحب سے کہا:
 ”انہیں وہ آلہ دکھا دیں۔“
 ”ضرور کیوں نہیں۔“
 یہ کہہ کر پروفیسر داؤد نے وہ گل دان میز پر الٹ دیا... پھر وہ
 سب حیرت زدہ رہ گئے، کیونکہ اس میں کوئی آلہ نظر نہیں آیا تھا۔
 ”اس میں تو کچھ نہیں ہے۔“

”اس میں کیا بات ہے سر؟“ اکرام نے الجھن کے عالم میں کہا۔
 ”تو تمہیں یاد نہیں آیا... خیر سنو... ایسا گل دستہ ہم نے کہیں اور بھی
 دیکھا ہے۔“
 ”اوہ...!!“
 اکرام بہت زور سے اچھلا۔ اس کی آنکھیں مارے حیرت کے
 پھیل گئیں۔

☆☆☆☆☆

یہ کہتے ہیں... یہ سب کیا دھرا راہن کا نہیں ہے۔“

”میں اب یہ بات نہیں کہہ سکتا... بلکہ مجھے تو اب یقین ہو گیا ہے... وہ شخص ضرور میری جاسوسی کرنے کے لیے میرا دوست بنا تھا... مجھے تو آپ سب کا شکریہ ادا کرنا چاہیے... اگر آپ یہ بات معلوم نہ کر لیتے تو کس قدر نقصانات ہوتے... اُف مالک۔“

”چلیے شکر ہے... آپ نے یہ بات تو مانی... اب آپ پوری طرح احتیاط کریں... اگر راہن آپ سے رابطہ کرے تو فوراً مجھے فون کریں۔“ انسپلر جمشید بولے۔

پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے... اس سے پہلے انہوں نے دو خفیہ کارکن واسطی صاحب کی کونٹری کے باہر مقرر کر دیے تھے اور انہیں ہدایات دے دیں کہ انہیں کیا کرنا ہے اور کس طرح نگرانی کرنی ہے۔ اب وہ پہلے گھر آئے... انھوں نے اپنے حلیوں میں تبدیلی کی... پھر سر جاوید کے گھر کی طرف روانہ ہوئے... اکرام دن میں آس پاس کا جائزہ لے چکا تھا... گاڑی کھڑی کرنے کی جگہ اور اندر داخلے کے انتظامات مکمل تھے... جلد ہی وہ اندر داخل ہو چکے تھے... اکرام کے پاس ماسٹر چابیاں موجود تھیں... ان کے ذریعے وہ ایک ایک کمرے کا دروازہ کھولتے چلے گئے... سوئے ہوئے لوگوں کو ایک ہلکی بے ہوشی کی دوا لگھانے چلے گئے... اس طرح ان کا کام آسان ہوتا چلا گیا... یہاں تک کہ وہ سر جاوید کے کمرے میں داخل ہوئے... انہوں نے سر جاوید کو بے ہوش کرنے کی کوشش نہیں کی... بس آواز پیدا کیے بغیر گھڑی کی تلاش کا کام شروع کر دیا... سیف کے ایک خفیہ خانے سے انہیں گھڑی مل گئی... وہ بری طرح چومک اٹھے... پھر انہوں نے گھڑی جوں کی توں

”یہ کیا ہوا پروفیسر صاحب۔“

”میرے آلات جھوٹ نہیں بولتے۔ ان پھولوں میں وہ آلہ موجود ہے...“

یہ کہ کر پروفیسر داؤدان پھولوں کو دیکھنے لگے۔ آخر پھولوں کے نیچے حصے میں سے وہ آلہ برآمد ہو گیا... وہ ایک بڑے سائز کے ٹن جتنا تھا۔

”اب دیکھیے... یہ ہے وہ آلہ۔“

”یہ آلہ ہے... یہ تو ٹن لگتا ہے۔“ اگلے واسطی نے ہنس کر کہا۔

”لیکن آپ یہ بھی تو سوچیں... اس گل دستے میں ٹن کا کیا کام... یہ کوئی کوٹ تو ہے نہیں۔“ پروفیسر داؤدان نے برا سامنے بنایا اور وہ مسکرانے لگے۔

”لیکن میرا خیال ہے... یہ صرف ایک ٹن ہے۔“

”دیکھیے میں آپ کو دکھاتا ہوں... یہ آپ کے کوٹ کے ٹن ہیں... میں اپنے آلے کی پن اس ٹن سے لگاتا ہوں... کیا آلے کی سوئیوں میں حرکت ہوتی؟“

”نہیں!“ انھوں نے انکار میں سر ہلایا۔

”اب دیکھیے... میں اس آلے سے یہ پن چھوٹا ہوں... کیا سوئیوں نے حرکت کی۔“

”اوہ ہاں! بہت زوردار حرکت کی۔“

”بس تو پھر یہ ٹن کوئی عام ٹن نہیں ہے... سر اغرسانی کا آلہ ہے... جو گھڑی آپ کو راہن نے دی تھی... وہ بھی سر اغرسانی کا آلہ ثابت ہو گئی ہے... راہن نے انسپلر جمشید کے گھر پر بھی واردات کی... وہاں تو ہر دست توڑ پھوڑ مچائی ہے... اور اس وقت تک اسے گرفتار بھی نہیں کیا جا سکا... کیا آپ اب بھی

وہیں رکھ دی... سیف بند کر دی اور کوٹھی سے باہر نکل آئے... انپکڑ جشید نے اکرام کو اشارہ کیا، اس نے گھٹنی کے ٹھن پر انگلی رکھ دی... وقفے وقفے سے اس وقت تک بجاتا چلا گیا جب تک کہ سر جاوید جھلائے ہوئے انداز میں باہر نہیں آگیا... ظاہر ہے... پہلے وہ ملازمین کو بلانے کے لیے گھٹی بجاتا رہا تھا۔ جب کوئی ملازم اس تک نہ پہنچا تو اسے خود باہر آنا پڑا... اس نے چلا کر کہا۔

”کیا بد تمیزی ہے... آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اس وقت کیا بجا ہے۔“

”جی بارہ بجنے والے ہیں۔“ انپکڑ جشید بولے۔

وہ ان کی آواز سن کر زور سے چونکا۔

”اوہ! تو یہ آپ ہیں... لیکن یہ مذاق کیا ہے۔“

”مذاق نہیں جناب! ہم ایک کیس کی تفتیش کر رہے ہیں۔“

”کیسا کیس... اور اس کا مجھ سے کیا تعلق؟“ اس نے بہتا کر کہا۔

”وہی گھڑی والا کیس...“ انپکڑ جشید پر سکون آواز میں بولے۔

”حد ہوگئی... پھر وہی گھڑی... انپکڑ جشید... شاید آپ کو یاد

نہیں... میں کہ چکا ہوں کہ میری گھڑی ایک بار پھر چوری ہوگئی تھی اور میں نے پولیس اسٹیشن میں اس کی رپورٹ درج کر دی تھی۔“

”یہ بات ہمیں اچھی طرح معلوم ہے سر۔“

”تب پھر... آپ کس لیے آئے ہیں۔“ وہ پھاڑ کھانے والے

انداز میں بولا۔

”آپ کے گھر کی تلاشی لینے...“

”کیا!!!“ وہ چیخ پڑا۔

”ہاں جناب! تلاشی لینے کے لیے آئے ہیں۔“

”آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے... آپ کو معلوم نہیں، میں کون ہوں؟“

”جی بالکل معلوم ہے... لیکن قانون سب کے لیے ایک ہے... اور

ہمیں آپ کی کوٹھی کی تلاشی لینا ہے۔“

”کیا الزام ہے مجھ پر۔“

”ہمیں شک ہے... آپ یا تو ملک کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ

لے رہے ہیں... یا پھر کوئی آپ کی لاعلمی میں آپ کے ذریعے ایسا کوئی کام لے

رہا ہے... اور ایسا اس گھڑی کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔“

”آف مالک! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔“

”اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ فوراً مجھے وہ گھڑی دکھا دیتے... لیکن

آپ نے میری درخواست کے باوجود گھڑی نہیں دکھائی... آخر کیوں۔“

”گھڑی ہوتی تو دکھاتا۔“ وہ تھملا کر بولا۔

”بس! اسی لیے میں تلاشی لینا چاہتا ہوں... میرا خیال ہے... وہ

گھڑی آپ کے گھر میں کہیں موجود ہے۔“

”آپ کا مطلب ہے... میں نے غلط رپورٹ درج کرائی ہے۔“

”ہاں جناب! میرا خیال یہی ہے۔“

”اچھی بات ہے... پہلے میں آئی جی صاحب کو فون کروں گا... پھر

آپ کو تلاشی لینے دوں گا... وہ بھی اس صورت میں کہ آپ کے پاس تلاشی کے

وارنٹ ہوں۔“

”اگرچہ ہم تلاشی کے وارنٹ کے بغیر بھی تلاشی لے سکتے ہیں...“

لیکن پھر بھی ہم وارنٹ لے کر آئے ہیں۔“

طرف مڑا۔

”صدر صاحب نے کہا ہے... میں آپ کو تلاشی دے دوں... انسپکٹر جمشید اس سے زیادہ کچھ نہیں کریں گے... تو آئیے... لیجئے تلاشی... لیکن پہلے مجھے پردہ کرانے دیں... میں گھر کی خواتین کو ایک طرف کر دوں۔“

”اس کی ضرورت نہیں۔“ انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

”کس کی ضرورت نہیں ہے؟“ اس نے جھلا کر کہا۔

”انہیں ایک طرف کر دے کی... کسی کو پریشان نہ کریں... ہم صرف آپ کے کمرے کی تلاشی لیں گے... اور بس۔“

”میرے کمرے میں بھی تو میری بیوی اور چھوٹا بیٹا موجود ہیں۔“

وہ حیرت زدہ رہ گئے... کیونکہ انہیں اس کے کمرے میں اس کے علاوہ کوئی نظر نہیں آیا تھا... گویا وہ سفید جھوٹ بول رہا تھا... اور ظاہر ہے، اپنے بیوی بچے کو دوسرے کمرے میں پہنچانے کے بہانے دراصل وہ سیف میں سے گھڑی نکال کر ادھر ادھر کر دینا چاہتا تھا اور یہ مہلت وہ دے نہیں سکتے تھے... چنانچہ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

”آپ انہیں یہیں سے آواز دیں کہ وہ دوسرے کمرے میں چلے جائیں۔“

”دونوں سو رہے ہیں... کمرے میں جا کر انہیں جگاتا ہوں۔“ اس نے انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

”فرزانہ... تم ان کے ساتھ جاؤ۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”آخر کیوں؟“ وہ چیخ پڑا... چہرے کا رنگ نرد پڑ گیا... کیونکہ انسپکٹر جمشید بالکل ساکت کھڑے تھے... اس کے چیخنے کا ان پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

”نہیں... نہیں... یہ نہیں ہو سکتا۔“ مارے حیرت کے اب اس کا برا حال ہو گیا۔

”کیا نہیں ہو سکتا۔“

”یہ کہ... میری کونٹھی کی تلاشی کے لیے کسی نے وارنٹ جاری کیے ہوں۔“

”ایسے کام ہم کرایا کرتے ہیں۔“

”ایک منٹ۔“ یہ کہہ کر اس نے جیب سے موبائل نکالا اور لگا نمبر ملانے... جونہی سلسلہ ملا... وہ بول اٹھا۔

”شیخ صاحب... سر جاوید بات کر رہا ہوں... یہ یہاں... میری کونٹھی کے دروازے پر آپ کے انسپکٹر جمشید موجود ہیں... اور کونٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہیں... آپ انہیں بتائیں... کہ یہ کونٹھی کی تلاشی نہیں لے سکتے... انہیں اس کا کوئی اختیار نہیں... جی... کیا کہا آپ نے... میری بات درست نہیں... اور انسپکٹر جمشید کونٹھی کی تلاشی لے سکتے ہیں... اوکے... میں دیکھتا ہوں... یہ کیسے تلاشی لیتے ہیں... اور میں آپ کو بھی دیکھ لوں گا...“ یہ کہتے ہوئے اس نے فون بند کر دیا... ایک لمحے کے لیے ان کی طرف دیکھا اور بولا۔

”میں اب پہلے صدر صاحب کو فون کروں گا۔“

”ضرور جناب... کیوں نہیں۔“

اس نے پھر نمبر ملائے اور سلسلہ ملنے پر بولا۔

”انسپکٹر جمشید اور اس کے ماتحت میری کونٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہیں... وہ یہاں سے کوئی گھڑی برآمد کرنا چاہتے ہیں... ہوں... ٹھیک ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا... پھر پرسکون انداز میں ان کی

”میں دیکھتا ہوں...“ یہ کہہ کر وہ لگا باہر نکلنے۔

”ایک منٹ! ہم میں سے کوئی دروازے پر چلا جاتا ہے... آپ ہمیں یہاں چھوڑ کر نہ جائیں... ورنہ پھر آپ کہیں گے... گھڑی ہم نے خود اس کمرے میں رکھی ہے۔“

”حد ہوگئی... ہے کوئی تک... اچھا خیر... آپ میں سے کوئی چلا جائے دروازے پر۔“

”حمود! تم جاؤ... اور جو کوئی بھی ہے... اسے یہیں لے آؤ۔“

”جی اچھا۔“

حمود نے کہا اور کمرے سے نکل گیا... وہ لگے انتظار کرنے... ایک منٹ بعد ہی حمود کی خوفناک چیخ سنائی دی۔

وہ یک دم اچھل پڑے... مارے خوف کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں... پھر وہ دروازے کی طرف دوڑ پڑے... لیکن ان کے ساتھ سر جاوید نے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی... اور پھر وہ دھک سے روہ گئے۔

باہر دس مسلح افراد راتھلیں تانے بالکل چوکس کھڑے تھے... حمود ان کے قدموں میں فرش پر ساکت پڑا نظر آیا۔

☆☆☆☆☆

تھا۔

”آپ نے جواب نہیں دیا۔“

”کس بات کا۔“ وہ پھر بولا۔

”میں اپنی بیوی اور بچی کو دوسرے کمرے میں لے جا رہا ہوں...“

اس کے لیے آپ اپنی بچی کو کیوں ساتھ بھیج رہے ہیں۔“

”تاکہ آپ وہ گھڑی ادھر ادھر نہ کر دیں۔“

”تو آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ گھڑی میرے گمرے میں

ہے۔“

”ہاں بالکل۔“

”اچھی بات ہے، آئیے بے بی۔“ اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

فرزانہ نے ان پر ایک نظر ڈالی اور اندر کی طرف بڑھ گئی... پھر

سر جاوید کی آواز سنائی دی:

”آجائے... اب یہاں کوئی نہیں ہے... وہ پہلے ہی اٹھ کر

دوسرے کمرے میں چلی گئی ہیں... غالباً انہوں نے ہماری بات چیت سن لی تھی۔

وہ اندر داخل ہوئے... پہلے ادھر ادھر دیکھتے رہے... پھر انپکڑ جمشید نے سر

جاوید کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

”اس سیف کو کھولیے۔“

”اس میں میری ذاتی چیزیں ہیں۔“

”ہمیں آپ کی ذاتی چیزوں سے کوئی غرض نہیں...“

یعنی اس لمحے دروازے پر زور دیا دھک ہوئی... وہ چوک

اٹھے۔

”ارے یہ کیا... تم لوگوں نے ہاتھ کیوں اوپر اٹھا رکھے ہیں۔“ سر جاوید ہنسا۔

”زیادہ بننے کی ضرورت نہیں... ہم جان گئے ہیں... آپ نے صدر صاحب کو فون نہیں کیا تھا، ان لوگوں کو کیا تھا...“

”اچھا ہی ہے کہ تم سمجھ گئے... ان لوگوں کو باندھ دو... اور غائب کر دو... ان کا نام و نشان تک کہیں نظر نہ آئے... جسم کا کوئی حصہ تو کیا... ان کے لباس تک کا کوئی حصہ کسی کو نہ ملے...“

”فکر نہ کریں سر... ایسا ہی ہوگا۔“

”لیکن جناب... وہ تلاشی تو درمیان ہی میں رہ گئی... آپ ہمیں گھڑی تو تلاش کر لینے دیں۔“ فاروق نے منہ بنایا۔

”اب تم مرنے کے بعد اس کو تلاش کرنا... لے جاؤ انہیں۔“

”اتنی بھی کیا جلدی ہے... کم از کم اتنا تو بتا دیں... یہ چکر کیا ہے...“

”یہ لوگ تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے سے پہلے بتا دیں گے... بھی تم تو ان کی باتیں سننے لگے... میں ان کی صورتیں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔“

”لیکن آپ پولیس کو کیسے مطمئن کریں گے... آئی جی صاحب تک کو معلوم ہے کہ ہم لوگ آپ کی کونجی کی تلاشی لینے کے لیے گئے ہوئے ہیں۔“

”میں ان سے کہ دوں گا... تم لوگ یہاں آئے ہی نہیں... راستے ہی میں کہیں رہ گئے... کہاں رہ گئے... یہ مجھے کیا معلوم۔“

”اچھا جواب ہے، پسند آیا... چلو بھی... لے چلو ہمیں... اتنا تو معلوم ہوا، اس ساری سازش کے پیچھے سر جاوید صاحب خود ہیں... اور رہ گیا

نہیں جاسکتے

”آپ ہاتھ اوپر اٹھا دیں... ورنہ اس کی طرح آپ بھی لمبے لمبے نظر آئیں گے۔“

ان سب نے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا، گویا پوچھ رہے تھے، ہاتھ اوپر اٹھائیں یا نہیں... انسپکٹر جمشید مسکرا دیے اور ساتھ ہی ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے... ان کے فوراً باقی سب نے ہاتھ اٹھا دیے۔

”بہت خوب! اب اس لڑکے کو اٹھا لو اور اندر چلو... جس کمرے میں سر جاوید ہیں، وہاں چلو۔“

”جی اچھا... لیکن اسے اٹھانے کے لیے ہاتھ نیچے کرنا پڑیں گے۔“

”صرف تم اسے اٹھا لو... باقی ہاتھ اوپر رکھیں۔“ سرد لہجے میں کہا گیا۔

”جی اچھا...“ انہوں نے کہا اور جھک کر محمود کو کندھے پر ڈال لیا۔

اب سب ان کے آگے چلتے ہوئے سر جاوید کے کمرے میں آئے... وہ کرسی میں ساکت بیٹھا تھا...

رائین... وہ ان کا غیر ملکی آقا ہے... یہی بات ہے نا۔“

”ہاں! یہی بات ہے... اور کچھ؟“ وہ تنک کر بولا۔

”اور یہ کہ گھڑی بھی دوبارہ چوری نہیں ہوئی تھی... وہ آپ کے

کمرے میں نہیں ہے۔“

”بھئی داد... خوب سمجھے... سمجھ ہو تو ایسی... اور کچھ!“ وہ اکڑ

گیا۔

”اور یہ کہ راؤد جاہت والا معاملہ سمجھ میں نہیں آیا۔“

”اس کے گھر کا ملازم میرا آدمی ہے... اسے خوف زدہ اس لیے کیا

جا رہا ہے کہ اس کا دماغ چل جائے... وہ ہمیں پسند نہیں... اس کی جگہ بھی ہم اپنا

آدمی دیکھنا پسند کرتے ہیں... کیونکہ اس نے جس علاقے سے الیکشن جیتا تھا...

اس کے مقابلے میں ہمارا آدمی ہارا تھا۔“

”لک... کیا مطلب؟“ انیسٹر جشیہ بہت زور سے اچھلے۔

”کیوں... کیوں... کیا ہوا... بہت زور سے اچھلے ہو۔“

”جہاں تک مجھے یاد ہے... راؤد جاہت کے مقابلے میں مرزا بشیر

احمد الیکشن ہارا تھا... تو وہ تمہارا آدمی تھا۔“

”تھا نہیں... ہے... اس بار وہ الیکشن جیتے گا... الیکشن کے دن

آنے تک راؤ صاحب نیم پاگل ہو چکے ہوں گے... اول تو وہ الیکشن لڑیں گے

ی نہیں... لیکن اگر ان کی دماغی حالت اس حد تک خراب نہ ہوئی... اور وہ

الیکشن میں کھڑے ہوئی گئے تو بھی انہیں پاگل ثابت کر دیا جائے گا... کچھ بھی

ہو... اس بار وہ ضرور ناکام ہوں گے۔“

”اب بات سمجھ میں آگئی۔“ انیسٹر جشیہ زہریلے لہجے میں بولے۔

”اور وہ کیا...“

”مرزا بشیر احمد جابانی ہے... لہذا تم بھی جابانی ہو... کاش اس

بات کا مجھے پہلے پتا چل جاتا...“

”اگر تمہیں پتا چل جاتا تو تم کیا کرتے؟“

”جو لوگ ہمارے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو

بھی کسی بھی معنوں میں نبی مانتے ہیں... میں ان کا پکا دشمن ہوں۔“

”تم سن رہے ہو... یہ ہمارے کچے دشمن ہیں... لہذا ان کے

دشمنوں کا نام دشمن مٹا دو۔“

”او کے سر... ایرا ہی ہوگا۔“

”لیکن انکو واسطی کا معاملہ تو رہی گیا... کیوں نہ آپ اپنی زبان

سے اس کی بھی وضاحت کر دیں۔“

”ہاں ہاں! کیوں نہیں... تم لوگوں کو کون سا اب اس دنیا میں

دوبارہ آنا ہے... انکو واسطی جیسے لوگوں کی جاسوسی ہم لوگ کراتے ہی رہتے

ہیں... بہت کام کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں... ہمارا کام ہے، اسلام کی جڑیں

کاٹنا... اور اس ملک کو جیسے بھی ہو نقصان پہنچانا۔“

”داد... تم سے عقل مند بھی کون ہوگا... جس ملک میں رہ رہے

ہو... اسی کی جڑیں کاٹنا چاہتے ہو... لیکن یہ ملک اللہ کے فضل اور کرم سے بانی

رہے گا... اس کی جڑیں کاٹنے والوں کی جڑیں البتہ کٹ جائیں گی۔“

”جی تو چاہتا ہے... تم لوگوں کو اس وقت تک زندہ رکھوں جب تک

اس ملک پر ہماری حکومت قائم نہیں ہو جاتی... اور وہ وقت اب زیادہ دور

نہیں... لیکن میں اپنے دشمنوں کو مہلت دینے کا قائل نہیں... تم سے نجات پا کر

ضرورت نہیں... یہ سر جاوید کی گاڑی ہے... ان کا کارڈ دکھایا جائے گا تا تو کوئی روکنے کی کوشش نہیں کرے گا... کیا سمجھے۔“
 ”جو آپ سمجھانا چاہتے ہیں، وہ سمجھے ہیں... اور کچھ نہیں سمجھے۔“
 فاروق نے براسامہ بنایا۔

”اچھا تم تو چپ رہو...“ وہ براسامہ بنا کر بولے۔
 گاڑی چلتی رہی... یہاں تک کہ وہ رک گئی... پچھلا دروازہ کھلتے ہی ان کے کانوں میں پانی کی لہروں کا زبردست شور گونجنے لگا... وہ سمجھ گئے... ان لوگوں کو دریا کے کنارے لایا گیا تھا... گویا جان سے مار ڈالنے کے بعد ان کو دریا پر دو کرنے کا پروگرام تھا۔ آخر پچھلا دروازہ کھلا... پہلے ان میں سے پانچ نیچے اترے، پھر انہیں اترنے کا حکم دیا گیا... اس وقت تک نیچے اترنے والے پانچ فاصلے پر کھڑے ہو کر ان کی طرف رائفلیں تان چکے تھے۔ وہ نیچے اتر آئے تو باقی پانچ بھی اتر گئے... اب ان کی طرف دس رائفلیں تانی ہوئی تھیں:

”تم لوگ بے وقوفی کر رہے ہو... سر جاوید تو ہمارے قتل کے جرم میں پھانسی چڑھے گا ہی... تم بھی اس کے ساتھ پھانسی پر چڑھو گے... لہذا میری مانوں... یہ رائفلیں پھینک دو... اور ہمارا ساتھ دو... ہم تمہارے لیے پھر بھی کچھ کر گزریں گے... عدالت سے نرم سزا کی درخواست کریں گے... اور ہو سکتا ہے... قانون اجازت دے دے تو تم بالکل بھی چھوٹ سکتے ہو... اس طرح باقی ماندہ زندگی پر سکون گزار سکو گے، لیکن اگر تم نے سر جاوید کے احکامات کی تعمیل کی تو اول تو پولیس سراغ لگا لے گی... کیونکہ آخر ہمارا تعلق بھی پولیس سے ہے... پولیس اپنے آدمیوں کے قتل کو کبھی نہیں بھولتی... اس کے

میں بہت حد تک بے فکر ہو جاؤں گا۔“
 ”ہمارے ساتھی انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز باقی ہیں... وہ تم لوگوں سے نبٹ لیں گے۔“
 ”فکر نہ کرو... تمہارے بعد میں انہیں بھی راہن کے ذریعے گھیروں گا... ایک ایک گھڑی کا جال ان کی طرف بھی کھی... راہن ایسے کاموں کا بہت ماہر ہے۔“
 ”کیوں نہ ہو... ہے جو یہودی... بیگال سے آیا ہوا۔“ انسپکٹر جمشید نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

”تم لوگ سن رہے ہو... اس کے یہ جیسے راہن کو سنا دینا... تاکہ وہ انہیں ذرا مزے دار موت سے دو چار کرے۔“
 ”اللہ کا شکر ہے... چار آٹھ نہیں کرے گا۔“ فاروق مسکرایا۔
 ”اب بس... بہت باتیں ہو گئیں... یہ لوگ مجھے زہر لگ رہے ہیں... میں چاہتا تھا... یہ میری آنکھوں کے سامنے دم توڑیں... لیکن ان کے گندے خون سے میں اپنی گٹھی کیوں خراب کروں... بس لے جاؤ۔“
 ”چلو...“ ان میں سے ایک غرایا۔

وہ باہر آ گئے... باہر ایک بڑی بند گاڑی کھڑی تھی... اس میں پہلے ان میں سے پانچ سوار ہوئے... پھر انہیں چڑھنے کے لیے کہا گیا، اس کے بعد باقی پانچ بھی اندر داخل ہو گئے... گاڑی کا دروازہ بند کر لیا گیا۔ جونہی گاڑی چلی، ان میں سے ایک نے کہا:

”اب تم لوگ سوچ رہے ہو گے کہ جب گاڑی کسی چوک سے گزرے گی تو پولیس اس کو روکوائے گی اور تلاشی ملے گی... لیکن اس خوش فہمی میں رہنے کی

ہے... جس طرح اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے کے لحاظ آنے سے پہلے پہلے توبہ قبول کرتے ہیں۔“

”تمہارا مطلب ہے... ہم تم لوگوں کو نشانہ نہیں بنا سکیں گے۔“

”بالکل یہی بات ہے... یقیناً نہیں تو تجربہ کر لو۔“

”اچھی بات ہے... اب تم لوگ تیار ہو جاؤ... کیونکہ ہم تمہاری

باتیں بہت سن چکے... چلو ساقیو... لے لو ان کا نشانہ... ہم دس ہیں...“

”حساب میں کمزور ہو... ڈرائیور سمیت تم لوگ گیارہ ہو... اور اس

وقت ڈرائیور بھی تمہارے ساتھ آکر اڑا ہوا ہے... ہمارے وقت کا نظارہ کرنے

کے لیے...“ فاروق مسکرایا۔

”چلو یہی سکی... ہم گیارہ ہیں... اور تم لوگ ہو چھ... ہم اندھا

دھند قاز کر رہے... تب بھی تم مارے جاؤ گے... نشانہ لینے کی ضرورت بھی پیش

نہیں آئے گی۔“

”اچھی بات ہے... اب تم جانو... تمہارا کام جانے...“

ان کی راتھلیں تن گئیں... اور وہ بھی تیار ہو گئے... لیکن اس

سے پہلے کہ وہ قاز کرتے اور یہ اپنے بچاؤ کے لیے جھٹلائیں لگاتے... فاروق

اور پروفیسر داؤد حرکت میں آ گئے... ان لوگوں کو گاڑی میں سوار کرنے سے

پہلے انہوں نے تلاشی لے لی تھی... پستول وغیرہ نکال لیے تھے... لیکن فاروق

اور پروفیسر داؤد کی خفیہ جیسوں کے بارے میں انہیں کچھ معلوم نہیں تھا۔ اس

طرح انہیں محمود کے جوتے کی ایزی میں موجود چاقو کا بھی پتا نہیں تھا... انہیں تو

یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ فاروق کی جیب میں جو ٹافی انہوں نے چھوڑ دی ہے... وہ

ان کے لیے موت کا پیغام ثابت ہو سکتی ہے... غرض پروفیسر داؤد اور فاروق

فانکوں کا کھوج لگا کر رہتی ہے... خیر... میں فرض کیے لیتا ہوں کہ پولیس تم تک نہیں پہنچ سکے گی... تو کیا تم اس صورت میں سکون سے رہ سکو گے... ہمارا خون تمہیں چین سے بیٹھنے نہیں دے گا... اس لیے میری مانو... میں تمہارے بھلے کی کہ رہا ہوں... ورنہ۔“ انپکٹر جشید کہتے کہتے رک گئے۔

”ورنہ کیا؟“

”ورنہ یہ کہ تم لوگوں کو شکست دے دینا تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل

ہے... کچ پوچھو تو ہم یہاں تک بھی تمہارے لیے آئے ہیں... اس بات پر غور

کرو۔“

”کیا کہا... تم یہاں تک ہمارے لیے آئے ہو... کیا مذاق ہے...“

اس سے زیادہ فضول بات شاید ہم نے زندگی میں کبھی نہیں سنی۔“ ان میں سے

ایک نے برا سامنا کر کہا۔

”گو یا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ ہم یہاں تک مجبوری کی حالت میں آئے

ہیں... چونکہ ہم تمہاری زد پر تھے اور کچھ کر نہیں سکتے تھے... اس لیے یہاں آ گئے

ہیں...“

”ہاں! اور کیا... بالکل یہی بات ہے۔“

”اچھا تو پھر سنو... نہ تم وہاں ہمیں اپنی راتھلیوں سے نشانہ بنا سکتے

تھے، نہ یہاں... یقیناً نہیں تو تجربہ کر لو... لیکن پھر اس کے بعد...“ انپکٹر

جشید ایک بار پھر کہتے کہتے رک گئے۔

”پھر اس کے بعد کیا؟“

”اس کے بعد تمہیں معافی نہیں ملے گی... پھر میں گرفتار کر کے سر

جاوید کے ساتھ تمہیں عدالت میں پیش کروں گا... توبہ کا وقت تمہارے لیے اب

گاڑی میں بھی اپنی خفیہ جیبوں سے وہ چیزیں نکال چکے تھے... پروفیسر داؤد نے اچانک ایک تنہی سی شخصے کے خول والی گیند ان کے پیروں میں دے ماری... ادھر فاروق کی ثانی فضا میں اچھلی اور ان کے نزدیک گری... اچانک ہلکے دھماکے ہوئے... اور ان کی چیخیں سنائی دیں۔ پھر پروفیسر داؤد کی گیند سے بہت تیزی سے پھیلنے والا دھواں انہیں لپیٹ میں لے چکا تھا... اور فاروق کی ثانی سے نکلنے کی تیز ترین چمک نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا... ایسے میں محمود اور فرزانہ فرش پر لڑھکے... محمود کا چاقو ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پیوست ہو گیا... دوسرے ہی لمحے راقل محمود کے ہاتھ میں تھی... اس کے ساتھ ہی دھواں ان پر اثر انداز ہو چکا تھا... فرزانہ نے بھی آن کی آن میں ایک کے ہاتھ سے راقل چھین لی... اور دونوں دور ہوتے چلے گئے...

وہ گرتے چلے گئے... تاہم کھلی جگہ تھی... اس لیے دھواں فوراً غائب ہو گیا... اور چند منٹ بعد ہی انہوں نے آنکھیں کھول دیں... انہوں نے دیکھا... ان کے ساتھی کے ہاتھ سے خون نکل رہا تھا... اور ان کی راقلیں اب انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں تھیں...

”کیوں دوستو! اب کیا خیال ہے؟“ انسپکٹر جمشید پوچھے۔
”آپ ٹھیک کہتے تھے... ہم سر جاوید کے بجائے آپ کا ساتھ دیں گے۔“ ایک نے کہا۔

”واہ... کیا عقل مندی ہے...“ انسپکٹر جمشید بولے۔
”ہاتھ اوپر اٹھا دو... اور خود کو بندھو الو... اب تمہارے لیے کچھ نہیں کیا جائے گا... وہ وقت گزر گیا۔ اگر تم کوئی شرارت کرو گے تو پھر ہم تمہیں بھون کر رکھ دیں گے...“ انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

انہوں نے ہاتھ اٹھا دیے... گاڑی میں سے رسیاں بھی مل گئیں... لہذا انہیں باندھ لیا گیا... ڈرائیور کی جیب سے موبائل نکل آیا... اس سے انہوں نے آن کی جی صاحب کو فون کیا... صورت حال بتائی... لیکن یہ نہیں بتایا کہ سازش کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے... وہ فوراً بھاری تعداد میں پولیس کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ گئے... ان سب کو تھکڑیاں پہنا دی گئیں...

”اور یہ سب کس کا کیا دھرا ہے۔“

”سر جاوید کا۔“

”کیا ہوا!!!“ وہ چلا اٹھے۔

اب انہوں نے تفصیل انہیں سنا دی... مارے حیرت کے ان کا بڑا حال ہو گیا... پھر انہیں نے خفیہ طور پر سر جاوید کی کوشی کو گھیرے میں لینے کے احکامات جاری کیے۔ اس کے لیے وہ خود وہاں سے روانہ ہوئے... قیدیوں کو فی الحال خفیہ ٹھکانے نمبر ایک میں بھیج دیا گیا... آدھ گھنٹے بعد وہ سر جاوید کے دروازے پر پہنچ چکے تھے... اس وقت آن کی جی صاحب آگے تھے جب کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے باقی ساتھی ان سے کچھ فاصلے پر تارکی میں تھے... فی الحال انہیں سامنے نہیں آنا تھا... آن کی جی صاحب کے ماتحت نے گھنٹی بجائی... آخر ملازم نے دروازہ کھولا... باہر پولیس کی گاڑی دیکھ کر وہ چونک اٹھا۔

”آن کی جی صاحب سر جاوید سے ملنا چاہتے ہیں۔“

”اس وقت؟“ اس نے چونک کر کہا۔

”ہاں! اس وقت... بہت ضروری کام ہے... فوراً انہیں اطلاع

دیں۔“

”اچھا!“ اس نے کہا اور اندر چلا گیا۔

”ہے۔“

”اس وقت آپ نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا۔“

”اور اس وقت؟“ سر جاوید چونکا۔

”اس وقت وہ آپ کے اپنے کمرے میں موجود رہے ہیں... لہذا ہم

آپ کے کمرے سے نشانات اٹھوائیں گے... اب مہربانی فرما کر جلدی سے بتا دیں... انسپکٹر جمشید کہاں ہیں۔“

”میں کہ چکا ہوں... ہم یہاں سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لیتے

ہیں... ماہرین باہر موجود ہیں... میں انہیں اندر بلوار ہا ہوں۔“

”آپ حد سے گزر رہے ہیں۔“ سر جاوید زہریلے لہجے میں بولے۔

”میں ایسا نہیں سمجھتا۔“ آئی جی صاحب بولے۔

”اچھی بات ہے... آپ جو کرنا چاہتے ہیں، کر لیں... میں صدر

صاحب کو فون کر رہا ہوں۔“

”آپ ضرور انہیں فون کریں۔“

یہ کہہ کر آئی جی صاحب نے باہر موجود ماہرین کو اندر آنے کا حکم

دیا... ادھر سر جاوید فون کرنے لگا... جلد ہی ماہرین اندر آ گئے... انہوں نے

اپنا کام شروع کیا ہی تھا کہ سر جاوید کا صدر صاحب سے رابطہ قائم ہو گیا... اس

نے جلدی جلدی صورت حال انہیں بتائی... ادھر سے صدر صاحب نے کہا:

”فون شیخ صاحب کو دیں۔“

وہ فون سننے لگے... صدر صاحب کہہ رہے تھے:

”ہاں شیخ صاحب... کیا معاملہ ہے۔“

”انسپکٹر جمشید اپنے ساتھیوں کے ساتھ سر جاوید کے ہاں آئے تھے۔“

جلد ہی اس کی واپسی ہوئی... اس نے انہیں ڈرائنگ روم میں

لا بٹھایا... پھر پانچ منٹ بعد سر جاوید کمرے میں آیا۔ اس کے چہرے سے نا خوش گواری فٹک رہی تھی... وہ آتے ہی جھلائے ہوئے انداز میں بولا:

”میں سمجھ نہیں سکا... آپ اس وقت کس سلسلے میں آئے ہیں۔“

”انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی یہاں آئے تھے... وہ اب تک دفتر

نہیں پہنچے... نہ انہوں نے کوئی اطلاع دی... میں جاننا چاہتا ہوں... وہ کہاں ہیں۔“

”لیکن وہ تو یہاں نہیں آئے... لگتا ہے... درمیان میں کہیں رک

گئے یا کوئی کام آؤں گا... لہذا یہاں آنے کا پروگرام رہ گیا ہوگا۔“

”جی نہیں... وہ یہاں آ گئے تھے۔“ آئی جی صاحب نے مسکرا کر

کہا۔

”یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔“

”ہم آپ کے گھر سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لیتے ہیں... اگر ان

کی انگلیوں کے نشانات یہاں کی چیزوں پر مل گئے... تب تو وہ یہاں آئے

تھے... ورنہ اندر نہیں آئے ہوں گے... کیا خیال ہے نشانات اٹھا لیے

جائیں۔“

”آپ کا انداز عجیب سا ہے... شاید آپ کو یہ بات یاد نہیں رہی کہ

میں ایک وزیر ہوں۔“

”میری یادداشت اس حد تک گئی گزری نہیں...“

”جب پھر آپ کو یہ بات کیوں یاد نہیں کہ انسپکٹر جمشید یہاں پہلے آ

چکے ہیں... ظاہر ہے... ان کی انگلیوں کے نشانات تو یہاں مل ہی جائیں

دے گا۔۔۔“

”آپ کے وکیل آپ سے حوالات میں ملاقات کر لیں گے۔۔۔ ہم آپ کو گرفتار کر رہے ہیں۔“

ایسے میں دروازے کی گھنٹی بجی:
”میرے وکیل آگئے۔“ وہ چپکا۔

”دیکھو بھئی۔۔۔ کون سے باہر۔“ آئی جی صاحب بولے۔
ماحت جلد ہی ایک شخص کو ساتھ لیے اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر وکیلوں والا لباس تھا۔

”وکیل صاحب! مجھے جال میں پھانسا جا رہا ہے۔۔۔ مجھے بچائیں۔“
”آپ فکر نہ کریں۔۔۔ کیوں جناب! کیا بات ہے۔“ وکیل ان کی طرف مڑا۔

”ہمارے پاس اتنا وقت نہیں۔۔۔ آپ ان سے حوالات میں بات کریں۔۔۔ یہاں ہمارے محکمے کے انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی آئے تھے۔۔۔ اب ان کا کوئی سراغ نہیں مل رہا اور یہ بتا نہیں رہے۔۔۔ جب کہ ان لوگوں کی انگلیوں کے نشانات یہاں سے اٹھائے جا چکے ہیں۔۔۔ آؤ بھئی چلیں۔“
”افسوس! اب آپ نہیں جاسکتے۔“ وکیل ہنسا۔

”کیا مطلب۔۔۔ ہم نہیں جاسکتے۔۔۔ کیوں نہیں جاسکتے؟“ آئی جی صاحب نے چونک کر کہا۔

”اس لیے نہیں جاسکتے۔“

یہ کہتے ہوئے وکیل نے جیب سے پستول نکال کر ان پر نشان دیا۔

☆☆☆☆☆

انہوں نے آنے سے پہلے مجھے تفصیل بتا دی تھی۔۔۔ لیکن وہ واپس دفتر نہیں آئے۔۔۔ میں ان سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں۔۔۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ یہاں آئے ہی نہیں۔۔۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ یہاں آئے تھے یا نہیں۔۔۔ لہذا ہم انگلیوں کے نشانات اٹھا رہے ہیں۔“
”ہوں! اگر نشانات نہ ملے تو پھر؟“

”پھر ہم ان سے معافی مانگ لیں گے۔۔۔ لیکن سر مجھے معلوم ہے۔۔۔ انسپکٹر جمشید یہاں آئے تھے۔“
”اتنی بات ہے۔۔۔ آپ نشانات اٹھوالیں۔۔۔ فون سر جاوید کو دے دیں۔“

سر جاوید صدر صاحب کی بات سن کر یک دم زرد پڑ گیا۔۔۔ اس نے فون بند کر دیا اور بولا:
”ٹھیک ہے۔۔۔ آپ کو جو کرنا ہے۔۔۔ کر لیں۔۔۔ میں اب اپنے وکیل کو بلوار باہوں۔“

”ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔ یہ آپ کا حق ہے۔“
سر جاوید فون کرنے لگے۔۔۔ ادھر آئی جی صاحب نے ماتحتوں کو ان کے کمرے کی ہر چیز سے نشانات اٹھانے کا حکم دے دیا۔۔۔ وہ اپنے کام میں لگ گئے۔۔۔ جلد ہی نشانات ان کے سامنے رکھ دیے گئے۔۔۔
”سر! انسپکٹر صاحب اور ان کے ساتھیوں کے نشانات یہاں موجود ہیں۔۔۔ اس کا مطلب یہ وہ سب یہاں آچکے ہیں۔“

”کیوں سر جاوید صاحب! آپ کیا کہتے ہیں۔“
”یہ میرے خلاف کوئی سازش ہے۔۔۔ اس سازش کا جواب میرا وکیل

”اور کیا... اب سنئے... یہ جوکیل صاحب نظر آرہے ہیں نا...
 انہیں آپ عام آدمی خیال نہ کیجیے گا...“
 ”اچھی بات ہے... ہم انہیں خاص آدمی خیال کریں گے... آپ
 فکر نہ کریں۔“
 ”حد ہوگئی... آئی جی صاحب... موت آپ کے سر پر منڈلا رہی
 ہے اور آپ مذاق کر رہے ہیں۔“
 ”کیا کہا... ہمارے سروں پر اس وقت موت سوار ہے۔“ یہ کہتے
 ہوئے انہوں نے اوپر دیکھا پھر بول اٹھے۔

”مذاق نہ کریں... ہمارے سروں پر تو موت نہیں ہے۔“
 ”مسٹر رابن... میرا خیال ہے... ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا
 چاہیے... بس تم اپنا کام کر گزرو۔“
 ”کک... کیا... کیا کہا... مسٹر رابن؟“ آئی جی صاحب چلا
 اٹھے۔

”ہاں! یہی تو میں بتا رہا تھا، یہ عام وکیل نہیں ہیں... خاص وکیل
 ہیں۔“ سر جاوید ہنسا۔

”عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی... وہ چونک اٹھے:
 ”یہ کون آگیا... کٹھی کے گرد تو ہمارے آدمی موجود ہیں۔“ رابن
 بول اٹھا۔

”آپ ان لوگوں کی طرف دھیان دیں... میں دیکھتا ہوں۔“
 ”ٹھیک ہے۔“

سر جاوید بیرونی دروازے کی طرف چل دیا... ادھر اندر رابن

وکیل

”یہ... یہ کیا... سر جاوید... یہ آپ کے وکیل کیا کر رہے ہیں؟“
 آئی جی صاحب تیز لہجے میں بولے۔

”یہ بہت قابل وکیل ہیں... جو کر رہے ہیں، ٹھیک کر رہے ہیں۔“
 ”کرنا کیا ہے... اب ان لوگوں کو بھی ٹھکانے لگانا پڑے گا...
 میرے آدمیوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے... لہذا اب یہ پوری
 طرح ہمارے قابو میں ہیں... کیا خیال ہے... ان لوگوں کو بھی انسپکٹر جمشید اور
 ان کے ساتھیوں کے پاس بھیج دیا جائے۔“

”ہاں بالکل! یہ تو اب کرنا ہی ہوگا... ورنہ یہ لوگ ہمیں نہیں چھوڑیں
 گے۔“

”کیا کہا... تت... تو تم لوگوں نے انسپکٹر جمشید اور ان کے
 ساتھیوں کو ہلاک کر دیا۔“

”ہاں! اور کیا کرتے... وہ تھے ہی اس قابل۔“ سر جاوید نے نفرت
 زدہ انداز میں کہا۔

”اور ہم بھی آپ کے خیال میں اسی قابل ہیں۔“

”اچھی بات ہے۔“ آئی جی صاحب بولے اور پھر انھوں نے دھواں دھارا انداز میں پستول کے دستے کے داران کے سروں پر کڑا لے۔ ان کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔ اب انسپکٹر جمشید نے پستول اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ان کے اوپر سے اٹھ گئے۔

”آ جاؤ بھئی... کھیل ختم ہو گیا۔۔۔“
 ”اور باہر جوان کے ساتھی موجود تھے جمشید۔“
 ”ان پر ہم پہلے ہی قابو پا چکے ہیں۔“
 ”بہت خوب!“

اب انھوں نے باقی ساتھیوں کو بھی اندر بلا لیا۔
 ”لیجیے... یہاں تو معرکہ مار بھی لیا گیا... میرا خیال تھا... ہمیں بھی کچھ ہاتھ پیر چلانے کا موقع ملے گا۔“
 ”موقع حاضر ہے... ان دونوں کو رسیوں سے باندھنے کے سلسلے میں ہاتھ پیر ہلا لو۔“
 ”حد ہو گئی... یہ بھی کوئی ہاتھ پیر ہلانا ہوا۔“ فاروق نے برا سامند بنایا۔

”اس وقت اسی سے گزارا کرا۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔
 آخر انھیں باندھ لیا گیا... باہر جو بندھے پڑے تھے، انھیں پولیس کی بند گاڑی میں حوالات پہنچا دیا گیا... پھر کچھ دیر بعد انھیں ہوش میں لانے کی تدبیر کی گئی... جونہی ان کی آنکھیں کھلیں... وہ انسپکٹر جمشید کو زندہ سلامت دیکھ کر زور سے اچھلے۔
 ”یہ... یہ کیا...“

نے ان سے کہا:
 ”آئی جی صاحب! آپ تو بلاوجہ آ پھنسے... انسپکٹر جمشید کی تو خیر عادت تھی... ہر معاملے میں ٹانگ اڑانے کی... اس کا انجام اور ہو بھی کیا سکتا تھا۔“

”مطلب یہ کہ تم لوگوں نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔“
 ”ہاں اور کیا۔“
 ”خود تم نے انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے قتل کرایا ہے؟“ آئی جی صاحب نے اسے گھورا۔

”نہیں... میرے کارندوں نے یہ کام کیا ہے۔“
 ”کیا ان کی طرف سے رپورٹ مل گئی؟“
 ”نہیں... رپورٹ کا کیا ہے... وہ خود ہی آ کر دے دیں گے...“
 ”اوکے... اب تمہیں جو کرنا ہے... کر گزرو۔“
 ”اوکے... یہ سر جاوید کہاں رہ گئے۔“
 ”وہ آ گئے۔“ آئی جی صاحب بولے۔

راین پستول کا رخ ان کی طرف کر کے، دروازے کی طرف مڑا... عین اسی لمحے سر جاوید گویا اڑتا ہوا اس کی طرف آیا اور بے تحاشہ اس سے ٹکرا گیا... راین اونڈھے منہ گرا... سر جاوید اس کے اوپر آ رہا... پیچھے سے انسپکٹر جمشید نے ان پر چھلانگ لگائی... اور دونوں کو چھاپ بیٹھے۔ اس وقت تک آئی جی صاحب حرکت میں آ چکے تھے... دوسرے ہی لمحے راین کا پستول ان کے ہاتھ میں تھا۔

”سر! یہ ان دونوں کے سر ان پر ذرا اچھی طرح بجا دیں۔“

”میرا خیال ہے سر... اب ہمیں یہاں سے نکل پڑنا چاہیے...
کہیں ان کی مہابھارت نہ شروع ہو جائے۔“ انسپکٹر جشید نے گھبراہٹ کی آواز
میں کہا اور وہ مسکراتے ہوئے باہر کی طرف چل پڑے۔

☆☆☆☆☆

اشتیاق احمد

”یہ اللہ کی قدرت ہے... اس نے ہمیں بال بال بچایا۔“
”اور اس کا مطلب ہے... سر جاوید غدار ہے... یہ ان لوگوں کے
لیے کام کر رہا تھا... ہمارے ملک کے راز انھیں دے رہا تھا... اس کے علاوہ
ان لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کا کام اس کے ذمے تھا... اس کی مدد
سے یہ لوگ اور لوگوں کو پھانس رہے تھے... انھیں جال میں پھانس رہے
تھے... تاکہ یہ لوگ ان کے ملک کے لیے کام کریں... ان کے آلہ کار بنیں
رہیں...“ آئی جی صاحب کہتے چلے گئے۔
”جی ہاں! بالکل یہی بات ہے...“ انسپکٹر جشید نے ان کی تائید
کی۔

”سوال یہ ہے ابا جان... سر جاوید راین کی ماتحتی میں کام کر رہا تھا یا
یہ ان کا افسر ہے۔“
”ظاہر ہے... یہ غیر ملکی ہے... یہی افسر ہوگا... انشارجہ جیسا ملک
اپنے لوگوں کو کیوں یہاں کے لوگوں کا غلام بنانے لگا... یہ سب لوگ تو الٹا ہمیں
غلام بنانے پر تلے ہیں... یہ ساری منصوبہ بندی دراصل عالم اسلام کو غلام
بنانے کی ہے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے... اور ہمیں وہ دن نہ دکھائے جب ہم ان کے
غلام نظر آئیں۔ ویسے ابا جان! پتا نہیں چلا اور یہ کیس ختم ہو گیا... اس میں ہمیں
مجرم کی تلاش میں پاؤں بھی نہیں بیٹنے پڑے۔“ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔
”فکر نہ کرو... کیس پلے پڑتے کیا دیر لگتی ہے... پاؤں بیٹنے کا شوق
آئندہ کیس میں پورا کر لیتا۔“ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔
”تو بہ ہے تم دونوں سے۔“ محمود نے تملاکر کہا۔

M.I.S

کئی جانب سے آئندہ ماہ کا ایک اور نیا ناول

جو آپ کو لمحہ بہ لمحہ سسپنس میں مبتلا کر دے

محمود، فاروق، فرزانه
اور

انسپیکٹر جمشید اسیریز

تو انتظار کیجئے پندرہ آگست کا

قصیدہ کا اعجاز

